ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

5

www.tanzeem.org

27صفر المظفر تا 3ربیع الاول 1432ھ/یکم تا 7فروری 2011ء

اس شمارے میں

آج کا انسان

انقلابِ نبوی کا دیگر انقلابات سے تقابل

منافقت کے کچھ اور مظاہرہ

"دہشت گردی" کا مسئلہ

چنبیلی انقلاب:
سوشل میڈیا کی ایک اور جیت

"گستاخ رسول کی سزا موت کیوں؟"
کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی مفصل روداد

"سب کہہ دو"

تاریخ کا دھارا مڑ گیا

حضور ﷺ کی دعوت سے پہلے دنیا پر جاہلیت کی کارفرمائی تھی۔ اس کا ضمیر متعفن تھا اور رُوح بدبودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختل تھے۔ ظلم اور غلامی کا دور دورہ تھا۔ فاجرانہ خوش حالی اور تباہ کن محرومی کی موج نے دنیا کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ اس پر کفر و گمراہی کے تاریک اور دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، حالانکہ آسمانی مذاہب و اَدیان موجود تھے۔ مگر ان میں تحریف نے جگہ پالی تھی اور ضعف سرایت کر گیا تھا۔ اُن کی گرفت ختم ہو چکی تھی اور وہ محض بے جان و بے رُوح قسم کے جامد رسم و رواج کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔

جب اس دعوت نے انسانی زندگی پر اپنا اثر دکھایا تو روحِ انسانی کو وہم و خرافات، بندگی و غلامی، فساد و تعفن اور گندگی اور انارکی سے نجات دلائی اور معاشرۂ انسانی کو ظلم و طغیان، پراگندگی و بربادی، طبقاتی امتیازات، حکام کے استبداد اور کاہنوں کے رسوا کن تسلط سے چھٹکارا دلایا اور دُنیا کو عفت و نظافت، ایجادات و تعمیر، آزادی و تجدد، معرفت و یقین و ثوق و ایمان، عدالت و کرامت اور عمل کی بنیادوں پر زندگی کی بالیدگی، حیات کی ترقی اور حقدار کی حق رسائی کے لیے تعمیر کیا۔

غرض اس دعوت کی بدولت عربی وحدت، انسانی وحدت، اور اجتماعی عدل وجود میں آ گیا۔ نوعِ انسانی کو دنیاوی مسائل اور اُخروی معاملات میں سعادت کی راہ مل گئی۔ بالفاظ دیگر زمانے کی رفتار بدل گئی، رُوئے زمین متغیر ہو گیا، تاریخ کا دھارا مڑ گیا اور سوچنے کے انداز بدل گئے۔

الرحیق المختوم
مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

الھدیٰ (449)

سورۃ التوبہ

(آیات:83تا85)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

’’پھر اگر اللہ تم کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف لے جائے اور وہ تم سے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکلو گے۔ اور نہ میرے ساتھ (مددگار ہو کر) دشمن سے لڑائی کرو گے۔ تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اور (اے پیغمبر ﷺ) ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا، نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا، یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان (ہی مرے)۔ اور ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔ ان چیزوں سے اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کو دنیا میں عذاب کرے۔ اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) یہ کافر ہی ہوں۔‘‘

نویں رکوع پر یہ جو چار رکوع ختم ہو چکے تھے، یہ غزوۂ تبوک پر روانگی سے قبل نازل ہوئے ہیں۔ پھر تبوک پر آتے اور جاتے بھی آیات نازل ہوئیں اور یہ آیت عین تبوک سے واپس روانگی سے قبل نازل ہوئی کہ اگر اللہ آپ کو لوٹا کر ان کے کسی گروہ کے پاس لے جائے تو پھر وہ کسی اور دشمن کے خلاف آپ کے ساتھ نکلنے کی اجازت مانگیں تو اُن کو جواب دے دیجیے کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے۔ تمہارا آخری امتحان ہو چکا، جس میں تم ناکام ہو چکے۔ اب تمہیں میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ ہم نے ایک ہی مرتبہ نفیرِ عام کی مگر تم پہلی مرتبہ ہی پیچھے رہ جانے اور بیٹھے رہنے پر راضی ہو گئے۔ اب تم ہمیشہ کے لیے پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

اے نبی، ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی بھی اس کی نماز جنازہ ادا نہ کیجیے، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ یہ دراصل منافقین کی رسوائی کا سامان کیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے تک تو اُن کے نفاق پر پردے پڑے ہوئے تھے لیکن اب اِس حکم کے بعد حضور ﷺ جس شخص کی نماز جنازہ میں جانے سے انکار کر دیتے، اُس کے بارے میں سب کو معلوم ہو جاتا کہ منافق ہے۔ یقیناً اِن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا ہے، اور وہ مرے بھی اسی حال میں کہ نافرمان تھے۔

(اے نبیؐ) آپ کو ان کے مال اور اولاد زیادہ بھلے نہ لگیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ انہیں ان ہی چیزوں کے ذریعے انہیں دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اسی حالت کفر میں نکلیں۔

فرمان نبویؐ

انجام کی فکر اور آگاہی کا نتیجہ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا)) (رواہ بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر تم ان باتوں کو جان لو جو مجھے معلوم ہیں تو بہت تھوڑا ہنسو اور کثرت سے روتے رہو۔‘‘

تشریح: انسان کی ظاہر بین آنکھ ان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی جن کا تعلق اعمال کی جزا اور سزا سے ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ موت کی سختی کیسی ہے، برزخ میں کیا صورت حال پیش آئے گی اور قیامت کے دن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان سب چیزوں کو میں تو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن تم نہیں جانتے۔ اگر میری طرح تمہیں بھی ان حقائق کا علم ہوتا تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت کثرت سے روتے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ خدا کی نافرمانی اور گناہوں کی سزا کا اگر ہمیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ ہو تو غم کے مارے چہروں پر اُداسی چھا جائے۔ ہولناک مستقبل کے خوف سے ہنسی کہاں سے آئے گی؟ دہشت زدہ انسان کو ہر وقت رونے سے ہی سروکار رہے گا۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

27 صفر المظفر تا 3 ربیع الاول 1432ھ جلد 20
یکم تا 7 فروری 2011ء شمارہ 5

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج کا انسان

آج دنیا میں کہیں باقاعدہ اور کھلی جنگ نہیں ہو رہی، لیکن آج جتنی زمین انسانی خون سے رنگین ہو رہی ہے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ آغاز ہی میں دو وضاحتیں بہت ضروری ہیں، پہلی یہ کہ افغانستان کی جنگ نہ باقاعدہ ہے اور نہ کھلی، دوسری یہ کہ انسانی تاریخ میں بے شمار جنگیں ہوئی ہیں اور از حد خون بہا ہے، لیکن امن کے دور میں اور پھر یہ کہ تسلسل سے انسانی جانیں قتل و غارت میں نسبتاً بہت کم ضائع ہوتی تھیں۔ آج دنیا عجیب دور سے گزر رہی ہے کہ کوئی باقاعدہ جنگ نہیں لیکن انسانی جانوں کا ضیاع اور قتل و غارت بہت ہے۔ مالی آسودگی کے لیے موجودہ دور کے انسان نے جس طرح زمین کے خزانوں کو برآمد کیا ہے اور جس قدر سرمایہ اور وسائل حاصل کیے ہیں ماضی قریب اور بعید کا انسان اُس کا عشرِ عشیر بھی حاصل نہ کر سکا، پھر بھی آج انسان جس قدر بھوکا ہے تاریخ میں انسان کبھی اتنا بھوکا نہ تھا۔ سائنس کی ترقی نے انسانی زندگی کو جتنا پُرتعیش اور آرام دہ بنا دیا ہے پرانے زمانے کا انسان اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پرانے زمانے کے بادشاہوں کے محل جتنے بھی شاندار ہوں گے نہ وہ خود کو موسم کی شدت سے بچا سکتے ہوں گے اور نہ دورانِ سفر خود کو گھوڑے اونٹ یا ہاتھی کے ہچکولوں سے بچا سکتے تھے۔ اپنے فوجیوں یا ماتحت حکام سے پیغام رسانی میں دن، ماہ، نہیں سال بھی لگ جاتے تھے۔ آج کے انسان کا حال یہ ہے کہ جس جگہ آسمان سے برف باری ہو رہی ہوتی ہے وہاں گرم کمرے میں بیٹھا وہ آئس کریم سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے، گداز صوفوں پر ٹانگیں پھیلائے خوابِ خرگوش کے مزے لوٹتے ہوئے وہ گھنٹوں میں ہزاروں میل کا سفر طے کر سکتا ہے، وہ ہزاروں میل دور سے اپنے اہل خانہ اور دوسروں کو دیکھ بھی لیتا ہے، اُن سے باتیں بھی کر لیتا ہے، لیکن اِس کے باوجود بحیثیت مجموعی انسان جتنا آج بے چین، بے کل اور پریشان ہے ماضی میں کبھی نہ تھا۔ یورپ خصوصاً سکنڈے نیوین ممالک میں حکومتیں اپنے شہریوں کی حفاظت کرنے اور اُنہیں سہولتیں فراہم کرنے میں جتنی متحرک اور فعال ہیں پرانے زمانے میں ایسا ممکن ہی نہ تھا، لیکن اِن ہی ممالک میں طلاقیں اور خودکشیاں بہت زیادہ ہیں، ان ممالک میں انسانی بے چینی اور بے سکونی کا عالم یہ ہے کہ نشہ آور اشیاء کا استعمال اس لیے بہت زیادہ ہے کہ جتنا ممکن ہو سکے دنیا کے حقائق سے دور رہا جائے۔ آج انسان کی سیکیورٹی کا یہ عالم ہے کہ خفیہ ایجنسیاں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل دور سے انسانوں اور دیگر اشیاء کی حرکات و سکنات نوٹ کر لیتے ہیں، لیکن پھر بھی امریکہ جیسے ملک میں ایسے شہر ہیں جہاں پولیس اور دوسرے سیکیورٹی ادارے اپنے شہریوں کو انتباہ کرتے ہیں کہ رات کو وہ فلاں وقت کے بعد اُن کی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں۔ جبکہ ماضی میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ زیور سے لدی پھدی دوشیزہ جان و مال اور عزت کی حفاظت کے ساتھ صحرا عبور کر لیتی تھی۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ تضاد کیوں موجود ہے؟؟

ایک جملہ میں اس کا جواب یہ ہے کہ آج کا انسان صرف آج کا ہو کر رہ گیا ہے، اسے کل کی فکر نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آج کے انسان کی صرف ایک آنکھ کھلی ہے، وہ سر کی آنکھوں سے تو دیکھ رہا ہے لیکن مادے کی چکا چوند نے دل کی آنکھوں کا نور چھین لیا ہے اور وہ بے نور ہو گئی ہیں۔ وہ اشیاء کا ظاہر دیکھ سکتا ہے لیکن اُن کی حقیقت کا شعور حاصل کرنے کے قابل نہیں۔ وہ کھلی ایک آنکھ سے صرف دنیا دیکھ سکتا ہے، آخرت اوجھل ہو گئی ہے۔ وہ پیٹ کی آگ بجھاتے بجھاتے جہنم کی آگ بھول گیا، وہ کائنات میں کھو گیا اور خالقِ کائنات کو فراموش کر دیا۔ وہ مادے کے سامنے سربسجود ہو گیا اور سرمایہ کاری کی بجائے سرمایہ پرستی کو اپنا لیا۔ یہ کہنا زیادہ صحیح اور مناسب ہوگا کہ موجودہ دور میں یہ برائیاں پرانے زمانے کی نسبت کہیں زیادہ اور عام ہیں، حالانکہ معدنی وسائل

کی دریافت، رزق کی فراوانی اور صنعتی انقلاب سے انسان کو میسر آنے والی سہولتوں اور آسائشوں سے ان میں بڑے پیمانے پر کمی آنی چاہیے تھی۔ لیکن ہوا یہ کہ یہ ترقی انسان کے لیے عظیم خسارے کا باعث بنی، خصوصاً معاشرے میں چین اور سکون ناپید ہوگیا۔ البتہ سائنسی ترقی سے جو انتہائی مہلک ہتھیار ایجاد ہوئے اُنہوں نے کھلی اور اعلانیہ جنگ کے امکانات انتہائی کم کر دیئے۔ جب سے ایٹمی ہتھیار ایک سے زائد ممالک نے بنا لیے ہیں دو ایٹمی ممالک کے درمیان جنگ نہیں ہوئی۔ اس وقت امریکہ اور روس کے پاس اس قدر تعداد میں انتہائی مہلک ہتھیار موجود ہیں کہ وہ اس دنیا کو کئی مرتبہ تباہ کر سکتے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان ایک دوسرے کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتے ہیں، لیکن یہاں یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ یہ امن کے قیام کے منفی عوامل ہیں۔ یعنی مدِ مقابل کی طاقت کے خوف نے جنگ روکی ہوئی ہے، کوئی مثبت عامل امن کا باعث نہیں ہے۔ ہم جو بات قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس حوالہ سے بھی آج کا انسان خوف کی حالت میں زندگی گزار رہا ہے۔ قصہ مختصر، بے تحاشا مادی وسائل، انتہائی پر تعیش سہولتوں بھری زندگی اور انتہائی خوفناک جنگی قوت اور استعداد آج کے انسان کو چین، سکون اور امن فراہم کرنے میں بری طرح ناکام رہی، بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح اور مناسب ہوگا کہ جتنا آج کے ترقی یافتہ دور میں انسان بے چین اور زندگی کے سکون سے محروم ہے ماضی میں کبھی نہ تھا۔ اور یہ بے چینی، سکون سے محرومی اور پریشانی فرد کو بھی ہے اور ریاست بھی اس سے بچی ہوئی نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آج کے انسان کے تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ وہ رب، رسالت اور آخرت پر درست انداز میں اور حقیقی اور قلبی سطح پر ایمان لے آئے تو وہ اس دنیا کو بھی جنت نظیر بنا سکتا ہے اور خود بھی امن چین اور سکون کی زندگی گزار سکتا ہے۔ ذاتی سطح پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات، جن کی نبی آخر الزماں ﷺ نے انتہائی جامع انداز میں تکمیل کر دی تھی، اُن پر عمل کرے اور اجتماعی و عالمی سطح پر حضور ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کو انسانی اور ریاستی روابط کے لیے بنیاد بنا لے تو کسی ایک یا چند انسانوں کے ہی نہیں تمام انسانیت کے مسائل حل ہو جائیں گے، یہ دنیا امن اور چین کا گہوارہ بن جائے گی اور احترامِ انسانیت صحیح معنوں میں روبہ عمل ہوگا۔ یہ محض نظریہ یا جذباتیت نہیں حضور ﷺ اور خلفائے راشدینؓ نے عملی زندگی میں اِسے زندہ حقیقت بنا کر دکھایا۔ ایک ایسا عادلانہ نظام نافذ کیا کہ آقا اور غلام ایک صف میں کھڑے ہوگئے۔ کئی براعظموں پر حکومت کرنے والے حکمران قاضیوں کی عدالتوں میں سائل کی حیثیت سے حاضر ہوئے اور ہم نے جو زیورات سے لدی پھدی دوشیزہ کا خیر و عافیت سے صحرا عبور کرنے کا ذکر کیا ہے یہ اُسی دور کے تاریخی حقائق ہیں، اور ایسا ہرگز نہیں کہ یہ نظام خلفائے راشدین کے دور تک محدود تھا، بعد ازاں بھی ایسی حکمرانی کی جھلکیاں اسلامی تاریخ میں کثرت سے نظر آتی ہیں۔ اُسی دور کو اور اُسی نظام کو اگر انسان واپس نہ لایا تو آج کے انسان کا مقدر دنیوی اور اُخروی تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

☆☆☆

بیابہ مجلس اسرار

انقلاب نبویؐ کا دیگر انقلابات سے تقابل

محمد رسول اللہ ﷺ کی اصل عظمت جس کو ہم بحیثیت انسان سمجھ سکتے ہیں، جس کا لوہا آج پوری دنیا مان رہی ہے اور جس کا انکشاف پورے عالم انسانی پر ہو چکا ہے، وہ یہ ہے کہ آپؐ نے ایک عظیم ترین، گھمبیر ترین، جامع ترین اور ہمہ گیر ترین انقلاب برپا کیا اور یہ انقلاب کم از کم وقت میں برپا کیا گیا۔ اس سے بھی زیادہ نمایاں بات یہ ہے کہ اس انقلابی جدوجہد کی ابتدا سے لے کر اختتام پر جتنے مراحل بھی آئے آنحضور ﷺ نے اس کے ہر مرحلے پر قیادت کی ذمہ داری خود ادا فرمائی۔ اس اعتبار سے دوسرے انقلاب سے تقابل کر لیجیے۔

تاریخ انسانی کے دو انقلابات بہت مشہور ہیں۔ ایک انقلاب فرانس ہے۔ یہ یقیناً ایک بہت بڑا انقلاب تھا، دنیا سے بادشاہت کے خاتمے اور جمہوریت کے دَور کا آغاز اسی انقلابِ فرانس سے ہوا، جو سوا دو سو برس قبل کی بات ہے۔ دوسرا انقلاب روس یعنی بالشویک انقلاب ہے۔ یہ بھی یقیناً ایک عظیم انقلاب تھا، جو 1917ء میں آیا۔ اگرچہ ستر برس کے اندر اندر اس انقلاب کی موت واقع ہوگئی۔ ان دونوں انقلابات کا معاملہ یہ ہے کہ یہ جزوی انقلاب ہیں۔ انقلابِ فرانس میں صرف سیاسی ڈھانچہ بدلا۔ باقی عقائد، رسومات، سماجی نظام، سماجی اقدار، معاشی نظام اور تمام معاشرتی ادارے اسی طرح قائم رہے۔ سیاسی نظام کے سوا باقی زندگی جوں کی توں رہی۔ دوسری طرف بالشویک انقلاب کے ذریعے معاشی ڈھانچہ بدل گیا، اس میں انفرادی ملکیت ختم ہوگئی، تمام وسائل پیداوار قومی ملکیت میں آ گئے، لیکن مکمل تبدیلی نہیں آئی۔ جو عقائد پہلے تھے وہی بعد میں رہے۔ سماجی اقدار بھی وہی رہیں۔ سارا نقشہ جوں کا توں رہا، بس معاشی انقلاب آ گیا۔ اس کو پس منظر میں رکھ کر دیکھئے، محمد عربی ﷺ کا لایا ہوا انقلاب کس قدر جامع اور گھمبیر ترین تھا۔ یہاں آپ خوردبین لگا کر دیکھ لیجیے، کیا کوئی ایسی چیز ہے جو سابقہ حالت میں باقی رہ گئی ہو؟ جواب نفی میں ملے گا۔ عقائد و نظریات بدل گئے، شخصیتیں بدل گئیں، اخلاق بدل گئے، ان کے شب و روز کے انداز بدل گئے، صبح و شام بدل گئے، نشست و برخاست کے انداز بدل گئے، پھر یہ کہ سماجی نظام، سیاسی نظام اور معاشی نظام بدل گیا۔ وہ قوم جس میں پڑھے لکھے لوگ بمشکل انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے وہ علوم کے موجد اور دنیا کے استاد بن گئے انہوں نے مشرق و مغرب کے علوم ہند و یونان سے لیے اور انہیں ترقی دے کر پورے عالم میں پھیلا دیا۔ آپؐ کا انقلاب ہمہ گیر ترین، جامع ترین اور عظیم ترین انقلاب تھا۔ انقلابِ محمدی ﷺ کے مقابلے میں انقلابِ روس اور انقلابِ فرانس کی کیا حیثیت ہے؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

بسلسلہ مومنانہ اور منافقانہ کردار

منافقت کے کچھ اور مظاہر اور

کفار و منافقین سے جہاد کا حکم

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 14 جنوری 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ التوبہ کی آیات 73، 74 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے دو اجتماعات جمعہ میں ہم نے سورۃ التوبہ کے نویں رکوع کا مطالعہ کیا۔ اس رکوع میں منافقانہ اور مومنانہ دو کرداروں کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دیکھئے، ایک تو وہ لوگ ہیں جو کھلم کھلا کافر ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ وہ اللہ کے رسول کو نہیں مانتے، اللہ کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے اُن کے بارے میں کوئی دو آراء نہیں ہو سکتیں۔ کفار کے برعکس دو طبقات مسلمانوں کے اندر ہیں، یعنی مومنین صادقین اور منافقین۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ سب کے سب کلمہ گو سچے مومن ہوں۔ اس لیے کہ جب ایمان لائے ہیں تو کردار بھی مومنانہ ہونا چاہیے۔ لیکن بالفعل ایسا نہیں ہوتا بلکہ ایک طبقہ وہ ہے جس کا کردار منافقانہ ہوتا ہے۔ یہ طبقہ ابتدائے اسلام میں بھی مسلمانوں کی صفوں میں موجود تھا، بعد ازاں ہر دور میں رہا ہے۔ آج بھی مسلمانوں کی عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ اُن کے نام تو مسلمانوں کے سے ہیں مگر منافقت اُن کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے، اُن کے اندر اسلام سے بُغض بھرا ہوا ہے۔ یہ لوگ دعویٰ تو اسلام کا کرتے ہیں، مگر اُن کا کردار اسلام بیزاری کی گواہی دیتا ہے۔ قرآن مجید نے ان دونوں طبقات — مومنین اور منافقین — کی پوری تصویر کشی کر دی اور یہ بتا دیا کہ اِن کے اوصاف کیا ہیں، اِن کے طور اطوار کیسے ہیں۔ منافقین کا کام یہ ہے کہ منکرات کو فروغ دیتے ہیں اور معروفات کو قوت کے ساتھ روکتے ہیں۔ نائن الیون کے بعد ہمارے ہاں بھی خصوصیت کے ساتھ یہی پالیسی جاری ہے۔ اسلام کا حلیہ بگاڑنے کے لیے حکمران صوفی ازم کو پھیلا رہے ہیں، اور صوفی ازم اور تصوف وہ نہیں جو اسلامی تعلیمات اور اقدار سے پھوٹتا ہے۔ بلکہ اُس کا وہ پہلو نمایاں کیا جا رہا ہے جس سے اسلامی عقائد اور ایمان پر زد پڑتی ہے۔ صوفیا خاص طور پر شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعلیمات دیکھئے، انہوں نے تو خالص توحید اور دین کی بات کی، مگر اُن کے نام لیوا اُن کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں، وہ اسلام کے نام پر دھبہ ہے۔ افسوس کہ حکمران اِسی کو عام کر رہے ہیں۔ اِس لیے کہ یہی عالمی شیطانی قوتوں کا ایجنڈا ہے، جس کو آگے بڑھانا ضروری ہے۔ بہرکیف، قرآن حکیم نے مومنین اور منافقین کا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ یہ ہماری محرومی ہے کہ ہم قرآن پڑھتے ہی نہیں۔ اگر پڑھتے بھی ہیں تو اس ذہن سے کہ یہ اساطیر الاولین ہیں۔ قرآن کے حوالے سے ہماری بھی وہی سوچ ہے جو عہد نبویؐ میں کفار کی تھی۔ وہ قرآن حکیم کو پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیتے تھے، بدقسمتی سے ہم نے بھی قرآن کو وہی مقام دے رکھا ہے۔ حالانکہ یہ تو الہدیٰ، کامل رہنمائی ہے۔ اس میں ہر قسم کی شخصیت، مزاج اور افتادِ طبع کا خاکہ موجود ہے۔ جو شخص بھی اِسے سمجھ کر پڑھے گا، اُسے قرآن کے آئینے میں اپنا چہرہ نظر آ جائے گا، اور معلوم ہو جائے گا کہ اُس کا شمار کس گروہ میں ہے؟ مومنین میں یا منافقین میں۔ یہ الگ بات ہے کہ عصبیت کے غلبہ کے تحت کوئی شخص حقیقت کو ماننے پر تیار نہ ہو، جیسا کہ ہمارے بعض ''دانشوروں'' کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ اِس قسم کے خیالات رکھتے ہیں کہ آج کے دور میں قرآن کی حقانیت پر یقین رکھنا، یہود و نصاریٰ کے بارے میں قرآن حکیم نے جو کہا ہے، اُس کا ذکر کرنا، یہ تہذیب اور دانش کے خلاف ہے۔ ہمیں اِن لوگوں سے دشمنی کی بجائے اُن کے ساتھ مل کر چلنا چاہیے۔ ان خیالات کی بدولت یہ لوگ یہود و نصاریٰ کی دشمنی سے متعلق آیات قرآنی کی من گھڑت تعبیر کرتے ہیں، تاکہ ماڈریٹ کہلا سکیں، مگر قرآن کے مطالعے سے انہیں یہ معلوم ضرور ہو جاتا ہے کہ وہ غلط ہیں۔

نویں رکوع کے بعد دسویں رکوع میں بھی نفاق کے مضمون کا تسلسل جاری ہے۔ یہاں منافقت کے کچھ اور پہلو اللہ نے نمایاں کیے ہیں۔ آیئے، اِن آیات کا بھی مطالعہ کریں، تاکہ اِن کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لے سکیں کہ کہاں کھڑے ہیں۔ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۳﴾﴾

''اے پیغمبر ﷺ! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔''

یہاں نبی کریم ﷺ کو کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے، تاہم یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ لفظ جہاد یہاں ''قتال'' کے معنوں میں نہیں ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے منافقین کے خلاف اِس طرح کا جہاد یعنی جہاد بالسیف نہیں کیا۔ یہاں جہاد سے مراد ہے منافقین کے خلاف پنجہ آزمائی، کشمکش، اُن کے سامنے ڈٹ جانا اور اُن پر سختی کرنا۔ رسول خدا ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ یہ

منافقین آپ ﷺ کی نرمی سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں، اِن پر سختی کیجیے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں، تب مکہ فتح ہوگیا تھا اور اسلامی ریاست حقیقی معنی میں قائم ہوگئی تھی۔ اس سے پہلے حضور ﷺ منافقین کو معاف فرماتے رہے۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس جھوٹے بہانے کرنے آجاتے تھے۔ آپ ﷺ اُن کے عذر قبول کر لیتے اور اُن سے چشم پوشی فرماتے۔ اللہ نے واضح فرمادیا کہ اب جبکہ دین غالب ہوگیا ہے، یہ آپ ﷺ کی نرمی کے ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ ان کے خلاف سخت رویہ اپنایئے۔ اِن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ اپنے آپ کو لاکھ مسلمان کہیں، یہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔ اور جہنم بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ سورۃ النساء آیت 145 میں منافقین کے بارے میں اس سے بھی سخت بات آئی ہے۔ فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ﴾ ’’بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔‘‘ یعنی اُن کے لیے شدید ترین عذاب ہے۔

آگے فرمایا:

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾

’’یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے ہیں۔‘‘

منافقین پیغمبر اسلام اور دین اسلام کی توہین کرتے۔ جب کوئی صحابیٔ رسول ؓ اُن کی باتیں حضور ﷺ تک پہنچا دیتا اور اُن سے باز پرس ہوتی تو جھوٹی قسمیں کھاتے کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔ ہم نے جو کچھ کہا اِس سے ہمارا مقصد توہین ہرگز نہ تھا۔ اللہ نے یہاں مسلمان راویوں کی تصدیق کی اور واضح فرمادیا کہ منافقین نے فی الواقع کفریہ کلمہ بکا ہے۔ ایک موقع پر ایسا ہوا کہ عبداللہ بن ابی اور اُس کے ساتھی اپنی محفل میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سخت زبان استعمال کر رہے تھے اور اپنے مذموم اور گھٹیا عزائم کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک نوجوان صحابی ؓ نے اُن کی یہ باتیں سن لیں اور حضور ﷺ کو پہنچا دیں۔ آپ ﷺ نے اُن کو طلب کیا، اور باز پرس فرمائی۔ وہ کہنے لگے، ہم نے یہ باتیں نہیں کیں۔ ہم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ اللہ نے اُس صحابی کی تصدیق کی اور منافقین کے جھوٹ کو بے نقاب کر دیا۔ اللہ نے فرمایا کہ انہوں نے واقعتاً کلمہ کفر کہا، اور اسلام لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کیا۔ اس طرح نوجوان صحابی کی برأت ثابت ہوگئی —— یہ تو ایک خاص واقعہ ہے، لیکن یہاں جو الفاظ آئے ہیں اُن کا عمومی مفہوم بھی ہے۔ ہر دور میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو خرافات بکتے ہیں اور پھر اُس کی الٹی سیدھی تاویلیں کرتے ہیں کہ ہمارا مطلب یہ نہیں تھا، ہمارا مقصود کچھ اور تھا۔ یہ ہمیشہ سے منافقین کا ہتھکنڈا اور طریقہ واردات رہا ہے۔ ہمارے ہاں بھی سلمان تاثیر کے معاملے میں بڑا شور مچا ہے۔ کہا گیا ہے کہ سلمان تاثیر نے ایک قانون پر تنقید کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی توہین نہیں کی تھی۔ اور انسان کے بنائے گئے قانون پر تنقید کوئی بری بات نہیں۔ مگر ہمیں بتایا جائے کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے بنائے جانے والے قانون کو ’’کالا قانون‘‘ قرار دینا توہین نہیں تو اور کیا ہے۔ اِسے اظہار رائے کی آزادی کے عنوان سے ہرگز صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایسے بودے دلائل دینے والے یہ نہیں دیکھتے کہ جن کی فکری پیروی کرتے ہوئے وہ یہ بات کہتے ہیں یعنی یورپ اور امریکہ وہاں تو یہ قانون موجود ہے کہ کوئی شخص ہولوکاسٹ (ہٹلر کے ہاتھوں یہودیوں کے قتل عام کا افسانہ) کو نہیں جھٹلا سکتا۔ اگر ایسا کرے گا تو اِسے سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ناموس رسالت قانون پر تنقید کو وہ عام سی بات سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، اور اِسے قابل گرفت خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ یہودیوں کا قتل تو ایک مغضوب قوم کا معاملہ ہے، جبکہ یہ نبی کریم رحمۃ للعالمین ﷺ کی حرمت و ناموس کا نازک معاملہ ہے جو مسلمانوں کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا کوئی بھی غیرت مند مسلمان اپنے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کسی طور برداشت نہیں کر سکتا۔

﴿وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ﴾

’’اور وہ ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے۔‘‘

غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقع پر منافقین نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ واپسی پر راستے میں ایک گھاٹی پڑتی تھی۔ آپ ﷺ اس گھاٹی کے پاس سے گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمار اور حضرت حذیفہ ؓ تھے۔ باقی صحابہ ؓ دور وادی کے نشیب سے گزر رہے تھے۔ منافقین نے اس موقع کو اپنے شیطانی منصوبے پر عمل کے لیے غنیمت جانا، اور آپ ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے تیزی سے آپ ﷺ کے پیچھے آئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو حضرت حذیفہ ؓ کو اُن کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اُن کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضرب لگانی شروع کی۔ چنانچہ وہ مرعوب ہو کر بھاگ گئے اور لوگوں میں جا ملے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ ؓ کو اُن کے نام بتائے اور اُن کے ناپاک ارادے سے باخبر کیا۔ اِسی لیے حضرت حذیفہ ؓ کو ’’رسول اللہ ﷺ کا رازدان‘‘ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ سے متعلق یہ فرمایا کہ انہوں نے اُس کام کا ارادہ کیا جس کو وہ نہ پا سکے۔

اِس وقت عالمی قوتیں پاکستان کے حوالے سے ناپاک ایجنڈا رکھتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ یہاں کا اسلامی تشخص ختم کر دیا جائے۔ یہ قوتیں نصاریٰ اور اِن سے بھی بڑھ کر یہودی ہیں۔ عہد نبوی میں بھی اسلام کے خلاف سب سے بڑھ کر سازشیں یہودی کیا کرتے تھے۔ اِس کی ایک نمایاں مثال غزوۂ احزاب ہے، جس کے لیے یہودیوں نے عرب قبائل کو اکسایا۔ آج بھی اُن کی کوشش ہے پاکستان کا اسلامی تشخص ختم کر دیں۔ ہمارے دشمنوں کو ہمارے آئین و قانون میں بعض چیزیں بہت کھٹکتی ہیں۔ انہیں قرارداد مقاصد ہضم نہیں ہو رہی۔ حدود آرڈیننس یہود کی مادر پدر آزاد تہذیب کے فروغ کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اس میں انہوں نے مشرف دور میں ایسی ترامیم کروا ڈالیں، جو تمام مکاتب فکر کے علماء کے نزدیک سراسر خلاف اسلام تھیں۔ اِسی طرح ناموس رسالت قانون سے اِن کے پیٹ میں مروڑ اُٹھ رہے ہیں اور یہ اس کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ پھر یہ کہ امتناع قادیانیت کا قانون بھی ان سے برداشت نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ قادیانی اُن کے سب سے بڑے آلۂ کار ہیں۔ قادیانیوں نے بظاہر تو اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، مگر حقیقت میں وہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے لیے انہیں اسلام کے خلاف استعمال کرنا سب سے زیادہ آسان ہے۔ ہماری پارلیمنٹ نے ان کو غیر مسلم قرار دیا، تو یہ امر اسلام دشمنوں کے لیے بڑی تکلیف کا باعث بنا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس ملک سے یہ قانون بھی ختم ہو، تاکہ اُن کے ایجنٹ قادیانی مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اُن کی سازشوں کو عملی جامہ پہنا سکیں، اور وہ انہیں استعمال کر کے پاکستان کو اپنی گرفت میں رکھ سکیں اور پاکستان سے اسلامی تشخص کا خاتمہ ہو سکے۔ سابق آمر پرویز مشرف کے دور حکومت میں اسی لیے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا نعرہ لگایا گیا اور کوشش کی گئی کہ اسلام کا ’’سافٹ امیج‘‘ دنیا کے سامنے لایا جائے، جس میں یہود و نصاریٰ اور ہنود کے لیے کوئی قابل اعتراض بات نہ ہو، جس میں جہاد و قتال کا کوئی حوالہ نہ ہو، ہماری تاریخ میں مسلمان ہیروز کا کوئی تذکرہ نہ ہو، اور اُس کو اپنی مٹی اور دھرتی سے جوڑا جائے۔ لوگوں میں ’’رواداری‘‘ ہو۔ اگر کوئی برائی کرتا ہے، تو اُس پر کوئی روک ٹوک نہ کی جائے بلکہ اُس کو برداشت کیا جائے۔ تو ہمارے دشمن اِس قسم کی ’’روشن خیالی‘‘ اِس ملک میں لانا چاہتے ہیں۔

لیکن جس طرح اللہ نے انہیں پہلے ناکام کیا ہے، اسی طرح اب بھی ناکام ہوں گے۔ حالات خواہ کتنے ہی کٹھن ہوں، بالآخر دجالی قوتوں کو شکست ہوگی۔ ہمارے دشمن یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو باہم لڑا دیا جائے۔ کچھ عرصہ پہلے امریکی تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن نے یہ منصوبہ پیش کیا ہے۔ اب اس کا عملی مظہر سامنے آ رہا ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں شیعہ سنی تنازع کے بعد اب دیوبندی بریلوی تصادم برپا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ لاہور میں سید علی ہجویری اور کراچی میں عبداللہ غازی کے مزاروں پر ہونے والے حملے اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ دشمن اپنی سازش کو کامیابی سے آگے بڑھا رہے تھے، مگر پھر اللہ نے روک لگا دی۔ ناموس رسالت کے قانون کے سلسلہ میں حکومتی عزائم سامنے آئے تو اس امر نے مسلمانوں کو پھر سے اکٹھا کر دیا۔ لہٰذا ضروری نہیں کہ دشمنوں کے ارادے پورے ہو جائیں۔ یہ اگر اپنی چالیں چلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی تدبیر کرتا ہے اور ان کی چالوں کو ناکام بنا دیتا ہے۔

﴿وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰىہُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ﴾

”اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوا اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبرؐ نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مند کر دیا ہے؟“

منافقین حد درجہ گھٹیا ذہنیت کے حامل ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کی دعا سے انہیں دولت مند کر دیا۔ مسلمانوں کے ساتھ ملے رہنے کی وجہ سے انہیں مالِ غنیمت میں حصہ ملتا رہا۔ خیبر اور مکہ کی فتوحات سے جو مالِ غنیمت تقسیم ہوا، اِس سے اِن کے مالی حالات بہت بہتر ہوگئے۔ یہ بچے مسلمانوں سے اِسی کا انتقام لے رہے ہیں۔ یہ بات پاکستان کے حالات سے بھی گہری مشابہت رکھتی ہے۔ یہاں بھی مقتدر طبقات پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ سرمایہ دار اس ملک کو لوٹ رہے ہیں۔ یہ لوگ اس بات سے یکسر غافل ہیں کہ اِن کو مال و دولت اور حکومت اللہ ہی نے عطا کی ہے۔ یہ سب کچھ انہیں پاکستان کی بدولت ملا ہے۔ ورنہ آزادی سے پہلے تو مسلمانوں کا بہت برا حال تھا۔ ہندو اور انگریز ہر میدان میں مسلمانوں کو پسماندہ رکھنا چاہتے تھے۔ اُن پر تعلیم کے دروازے بھی بند تھے اور کاروبار پر بھی ہندوؤں کی اجارہ داری تھی۔ حال یہ تھا کہ انارکلی بازار میں، جو اُس وقت سب سے بڑا کاروباری مرکز تھا، مسلمانوں کے پاس ایک کھوکھا بھی نہ تھا۔ سارے کے سارے کاروبار پر ہندو قابض تھے۔ اب حالت یہ ہے کہ مسلمان ارب پتی بن گئے ہیں۔ تو جس پاکستان کی بدولت انہیں یہ سب کچھ ملا ہے کیا اُس کی قدر دانی یہ ہے کہ اِس کے خلاف سازشیں کی جائیں، اُسے لوٹا جائے، اُس کے اساسی نظریے پر ضرب لگائی جائے، اور نبیؐ کی غلامی کی بجائے تحفظ ناموس رسالت قانون ہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ یہ انتہائی ظالمانہ روش ہے، جس سے اِن لوگوں کو باز آ جانا چاہیے۔

﴿فَاِنۡ یَّتُوۡبُوۡا یَکُ خَیۡرًا لَّہُمۡ ۚ وَاِنۡ یَّتَوَلَّوۡا یُعَذِّبۡہُمُ اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۙ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ۚ وَمَا لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ ﴿۷۴﴾﴾

”تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب دے گا۔ اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔“

اگر منافقین اپنی حرکتوں اور سازشوں سے باز آ جائیں اور صدق دل سے توبہ کر لیں تو اِس میں ان کی خیر و بھلائی ہے۔ اِس سے ان کے لیے بہتری کا راستہ کھل سکتا ہے۔ اور اگر یہ باز نہیں آتے اور غلط روش پر گامزن رہتے ہیں تو اگرچہ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دے گا، اور فوراً انہیں پکڑے گا مگر بالآخر انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دنیا میں بھی یہ نشانِ عبرت بن جائیں گے اور آخرت میں جہنم کی آگ کا ایندھن ہوں گے۔ اور جب اللہ کی پکڑ آئے گی تو ان کا کوئی بھی مددگار اور ساتھی نہ ہوگا جو انہیں عذاب سے بچا سکے۔ دنیا میں تو یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بڑے سپورٹر ہیں، فلاں حکومت ہماری پشت پر ہے، عالمی قوتیں ہماری پشت پناہ ہیں، لیکن اللہ کے شکنجے میں آئیں گے تو انہیں کوئی نہ چھڑا سکے گا۔ کسی میں طاقت نہیں کہ عذاب الٰہی سے انہیں بچا سکے۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

اعلانِ داخلہ برائے درجہ اولیٰ (درسِ نظامی) و نہم (9th) کلاس

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام
دینی و عصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کلیۃ القرآن (قرآن کالج) لاہور

میں ان طلبہ کے لیے

جو مڈل کے امتحان سے فارغ ہو چکے ہیں، اس سال 15 مارچ سے خصوصی کلاسز کا آغاز کیا جارہا ہے۔ یہ خصوصی کلاسز رمضان المبارک تک جاری رہیں گی

نشستیں محدود ہیں

خصوصی کورس میں داخلہ ”پہلے آیئے، پہلے پایئے“ کی بنیاد پر ہوگا۔

نصاب

درجہ اولیٰ اور 9th کلاس کی تیاری کے لیے مندرجہ ذیل مضامین کی تدریس ہوگی:

1 تجوید القرآن — 2 عربی زبان — 3 ریاضی — 4 اردو
5 انگلش — 6 نحو — 7 صرف — 8 خصوصی تربیتی لیکچرز

کلاسز کا آغاز 15 مارچ 2011ء سے ہوگا

خواہش مند طلبہ داخلہ فارم کے ساتھ والد/سرپرست کے شناختی کارڈ کی کاپی منسلک کر کے 14 مارچ 2011 تک کالج دفتر میں جمع کرا دیں

ہاسٹل میں رہائش کی سہولت موجود ہے

کلیۃ القرآن: (قرآن کالج) 191 اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 042-35833637
ذیلی دفتر: قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-35869501

دہشت گردی کا مسئلہ

حقائق کی میزان میں

حسان عارف

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (سورۃ القصص:77)

''اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ اللہ ان لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو فساد پھیلانے والے ہوں۔''

''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' اکیسویں صدی کا نعرہ بن چکی ہے۔ اخبارات و جرائد اور ٹی وی دہشت گردی کی خبروں، لوگوں کے خیالات، تبصروں، تجزیوں اور اس خطرے کا مقابلہ کرنے کی حکمت عملیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ یوں لگتا ہے ہر کوئی جانتا ہے کہ دہشت گردی کیا ہے۔ لیکن اس کی تعریف کے لیے لٹریچر کھنگالا جائے تو مایوسی ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی تعریف کرنا ناممکن ہے، حتیٰ کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی خاصی بحث و تمحیص کے بعد بھی اس کثیر الاستعمال اصطلاح کی تعریف پیش نہ کر سکی۔ یوں ہر قوم گروہ یا شخص اپنے مفادات کی پاسداری کے لیے اس کی تعریف کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا انحصار اس شخص کے زاویۂ نظر پر ہے جو اس کی تعریف کر رہا ہو۔ گویا دہشت گردی ایک ایسی اصطلاح نہیں جس کی سائنسی طریقے سے تعریف کی جا سکے۔ یہ ایک جذباتی اور غیر حتمی لفظ ہے۔ اسے خاص طور پر سیاسی مقاصد پر مبنی تشدد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کو ہم سب ناپسند کرتے ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر ہم کیسے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دہشت گردی کیا ہے۔ ہم بے لگام دہشت گردی اور جدوجہد آزادی میں کیسے امتیاز کر سکتے ہیں جس میں مظلوم لوگ ریاستی دہشت گردی کے خلاف برسرِ پیکار ہوتے ہیں؟ فلسطین، چیچنیا اور کشمیر کے مسلمان اسرائیل، روس اور بھارت کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کی مبنی بر انصاف جدوجہد کو بھی قابض ممالک آسانی سے دہشت گردی کہہ دیتے ہیں اور اس حوالے سے ہونے والی بحث میں اسلام کا تعلق ''دہشت گردی'' سے جوڑا جا رہا ہے۔ اسلام کے بارے میں پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ یہ دہشت گردوں کو جائے پناہ فراہم کر رہا ہے۔

یہ کوئی نیا الزام نہیں۔ صدیوں سے مغربی سکالر اور مستشرقین اسلام کے متشدد ہونے کا پروپیگنڈا کرتے آ رہے ہیں۔ آر ڈبلیو ساؤدرن جو ایک مشہور مؤرخ ہیں، اس مسیحی روش پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ (اسلام کے حوالے سے) حیران کن ضد کا (مغربی) امیج نسلوں سے بہت کم تبدیل ہوا ہے۔''

(ویوز آف اسلام ان دی مڈل ایجز)

یہ امیج تمام تر روشن خیالی اور سیکولرازم اور ہیومنزم (انسانیت پروری) کے ارتقاء کے باوجود آج مغربی ثقافت کی ذہنی تشکیل کا حصہ بن چکا ہے۔ بالیقین ایسی وجوہات موجود ہیں جنہوں نے اس امیج سے جدید زمانے میں نئے کارنامے انجام دلوانے ہیں۔ لیکن آیئے، ہم انسانی زندگی کو نقصان نہ پہنچانے اور تمام بنی نوع انسان کے امن و سکون سے رہنے کے حقوق کا احترام کرنے کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر ایک نگاہ ڈالیں۔

اسلام میں انسانی زندگی کے تقدس کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ انسانی زندگی کا تحفظ اور احترام اسلام کی بنیادی تعلیمات ہیں۔ یہ تحفظ اور احترام تمام انسانوں کو یکساں طور پر حاصل ہے۔ اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کے مابین کوئی امتیاز نہیں۔ کسی انسان کا غیر منصفانہ قتل اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ قرآن مجید میں کئی آیات ہیں جن میں یہ واضح طور پر کہا گیا ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ (المائدہ:32)

''اگر کسی نے کسی شخص کو قتل کر دیا، سوائے اس کے کہ وہ شخص قتل انسانی یا زمین میں فساد پھیلانے کا مجرم ہو، تو گویا اُس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ اور اگر کسی نے کسی جان کو بچا لیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو بچا لیا۔''

سورۃ الاسراء میں فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (آیت:33)

''کسی جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، سوائے حق کے۔''

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اپنی فوج کسی مہم پر بھیجتے تو انہیں تاکید کرتے: ''کسی عورت کو نہ چھوئیں، کسی بچے، بوڑھے یا بیمار کو نہ چھوئیں۔ کسی باغ یا فصل کو آگ نہ لگائیں۔ جلانے کی روش اختیار نہ کریں۔'' اس طرح کم سے کم خونریزی کے ساتھ فتوحات عمل میں لائی گئیں اور شہروں کے تباہ کیا گیا نہ راکھ کے ڈھیر بنایا گیا۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بغیر خونریزی کے عیسائیوں کی رضامندی سے بیت المقدس شہر پر قبضہ کیا۔ لیکن 1099ء میں جب صلیبیوں نے اس پر قبضہ جمایا تو یہاں 70 ہزار مسلمان شہری شہید کر دیے جبکہ 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس صلیبیوں سے واپس لیا تو مسلم سپاہ کے ہاتھوں کسی عیسائی شہری کو جانی یا مالی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ عیسائیوں کو پرامن طور پر اپنے مال و اسباب کے ساتھ شہر چھوڑنے کی اجازت دی گئی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ماضی میں مسلمانوں کا دامن اور آج بھی داغ دھبوں سے یکسر پاک ہے! لیکن آیئے، مسلمانوں کے مقابلے میں ہم ان لوگوں کے ریکارڈ پر نگاہ ڈالیں جو اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی کے مرتکب ٹھہراتے ہیں۔ یورپ میں صلیبیوں اور مسیحی مذہبی عدالتوں کی سفاکی سے قطع نظر، جبکہ لوگوں بالخصوص ہسپانوی مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا اور ایسی درندگی کا مظاہرہ کیا گیا جس پر جنگل کے درندے بھی شرما جائیں، صرف گزشتہ صدی میں امریکہ کے جنگی کارناموں پر نگاہ ڈالیں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا اور ڈیڑھ دو لاکھ انسان ہلاک کر دیے گئے۔ ایٹم بموں کی تباہ کاری سے وہاں سبزہ اور ہر چیز جل کر خاک ہو گئی اور برسوں تک زمین انسانی آبادی کے قابل نہ رہی۔ یہ تاریخ انسانی میں بدترین دہشت گردی کی کارروائیاں تھیں۔ اس کے بعد امریکیوں کے ہاتھوں نسل کشی کے دوسرے اقدامات عمل میں آئے اور پے بہ پے کیوبا، ویتنام، کمبوڈیا، کوریا، چلی، ایران، نکاراگوا، لیبیا، عراق، سوڈان، صومالیہ اور افغانستان میں

ہزاروں، لاکھوں افراد ہلاک کر دیئے گئے، خونریزی کی یہ فہرست بہت طویل ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ دہشت گردی کی سرگرمیاں دنیا بھر میں بروئے کار لائی جا رہی ہیں۔ اس کے باوجود صرف مسلمانوں کو ہدف بنا کر موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور دہشت گردی کے ہر نئے واقعے پر صرف مسلمانوں کی طرف نگاہیں اُٹھتی ہیں۔ شمالی آئرلینڈ میں کئی دہائیوں سے دہشت گردی کے واقعات پیش آ رہے تھے۔ تامل ٹائیگر خودکش بمباری میں مصروف رہے اور دنیا بھر میں خودکش حملوں کا آغاز کرنے کا سہرا بھی انہی کے سر بندھتا ہے۔ جاپان میں اعصابی گیس کے حملے ابھی حال ہی کی وارداتیں ہیں۔ پھر بھی ایسے تمام واقعات کو معمول کے افسوسناک واقعات قرار دے کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا ان کی سرسری مذمت کی جاتی ہے جبکہ ایسی ہی صورتحال میں مسلمانوں کو خصوصی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور اُن سے نفرت اور بدزبانی کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کے سانحے کے بعد امریکہ اور یورپ میں بے گناہ مسلمان شہریوں کو ہراساں کیا گیا، انہیں برا بھلا کہا گیا اور مقدمہ چلائے بغیر حراست میں رکھا گیا۔ اس سے مغربی دنیا میں انسانی حقوق کے چیمپئنوں کی راست بازی اور انصاف کے دعووں کا پول کھل گیا ہے۔

اب اس دہشت گردی کے خطرے کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ کسی بھی اور جسمانی یا سماجی بیماری کا علاج کرنے کی طرح ہمیں اس کے اسباب کو دیکھنا ہوگا۔ جب تک ہم سبب کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتے، یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ غربت اور جرائم کے خلاف جنگ کی طرح دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لیے ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جن سے دہشت گردی کے اسباب کا سراغ لگانے میں مدد ملے اور ان اسباب کو دور کرنے کے لیے مناسب قدم اُٹھایا جائے۔ مثلاً جرائم روکنے کے لیے ہمیں سماجی حالات، بے روزگاری، وسائل سے محرومی، نامناسب رہائش، ٹوٹے ہوئے خاندانوں اور کئی دیگر معاشرتی عوامل کو دیکھنا ہوگا جو لوگوں کو معاشرے سے الگ تھلگ رہنے اور جرائم میں ملوث ہونے کی راہ دکھاتے ہیں۔ پولیس کی داروگیر یا سخت سزاؤں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اسی طرح ہمیں اسباب کو دیکھنا ہوگا جو ایک شخص اس بات پر اکساتے ہیں کہ وہ خود کو دھماکے سے اُڑا دے اور دوسروں کی بھی جان لے۔ اگر لوگ مایوس ہوں گے، قید میں ڈالے جائیں گے، انہیں اذیت دی جائے گی اور انسانی شرف سے محروم کیا جائے گا، ان پر سختی کی جائے گی اور حکومت اس صورتحال کو جاری رکھنے کے لیے اپنی پوری قوت استعمال کرے گی تو بلاشبہ لوگ اپنے مصائب کو منظرِ عام پر لانے کے لیے جو کچھ کر سکیں کر گزریں گے۔ یہاں تک کہ نام نہاد سپر طاقتیں بھی مظلوم اقوام سے ہمدردی کی بجائے ظالموں کو اسلحی اور اخلاقی امداد فراہم کر رہی ہیں۔

ان حالات میں مظلوموں کے لیے کیا چارۂ کار رہ جاتا ہے؟ سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ نے ایک بار فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔'' آپ کے صحابہؓ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! ہم یہ تو سمجھتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کیسے کرنی ہے لیکن ہم ظالم کی مدد کیسے کر سکتے ہیں؟'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''ظالم کو اس کے ظلم سے روک کر اس کی مدد کرو۔'' (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے اس فرض کو کہ وہ ظالموں کو ان کے بُرے افعال سے کیسے روک سکتے ہیں، ایک مثال سے بھی واضح فرمایا ہے۔ آپؐ نے ایک ایسی کشتی کی مثال دی جس کے بالائی عرشے پر مسافر ہیں جبکہ نچلے عرشے پر بھی لوگ سوار ہیں۔ اوپر والے نچلے عرشے والوں کو سمندر کا پانی حاصل کرنے سے روک دیتے ہیں کیونکہ انہیں دقت پیش آتی ہے۔ پھر نچلے والے کشتی کے پیندے میں سوراخ کر دیتے ہیں تاکہ اپنی پانی کی ضرورت پوری کر سکیں۔ یہ واقعہ بیان کر کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر بالائی عرشے کے مسافر نچلے عرشے والوں کے ہاتھوں کو (اس فعل سے) روک دیں تو وہ انہیں بھی بچا لیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے لیکن اگر وہ انہیں نہ روکیں تو انہیں بھی ہلاک کروا بیٹھیں گے اور خود بھی ہلاک ہو جائیں گے۔'' (بخاری)

پوری انسانیت اس وقت سمندر کی لہروں کی زد میں ہے۔ اگر ہم ان لوگوں کو نہیں روکتے جو کشتی کے پیندے میں سوراخ کر رہے ہیں تو ہم سب ڈوب جائیں گے۔

دنیا کی حریص اور لالچی اقوام جن کا دنیا کے 90 فیصد وسائل پر قبضہ ہے، دوسری اقوام کے قدرتی وسائل ہتھیانے کے لیے ان پر غلبہ پانا چاہتی ہیں۔ یوں غریب اور مایوس لوگوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہ جاتا کہ وہ دہشت گردی پر اُتر آئیں۔ خطرہ ہے کہیں وہ کشتی میں سوراخ نہ کر دیں، انہیں اس سے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا استحصال کرنے اور ان پر مزید ظلم کرنے کے بجائے انہیں مدد فراہم کی جائے۔ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ ایک نیا ورلڈ آرڈر نہیں بلکہ ایک منصفانہ اسلامک ورلڈ آرڈر ہے جس کے تحت دنیا کے لوگ امن اور خوشحالی سے زندگی بسر کر سکیں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ظالموں کو ظلم کا ارتکاب کرنے سے روک کر اُن کی مدد کریں۔ تبھی ہم دہشت گردی کے خطرے سے نجات پا سکتے ہیں۔

آیئے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں عالمی امن کے لیے کام کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری مدد فرمائے کہ ہم سچائی اور انصاف کے علمبردار بن جائیں۔ آمین!

ضرورت رشتہ

☆ سیالکوٹ میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم ایم کام برسرِ روزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل گریجویٹ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ دینی کورس کی حامل لڑکی کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ:
0321-6254585/052-4004399

☆ ملتان میں رہائش پذیر سرائیکی سپیکنگ پٹھان فیملی کو اپنی بیٹی عمر 29 سال، جو دینی علوم کی طرف رجحان رکھتی ہے اور شرعی پردہ کی پابندی ہے، کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ اور باعمل پٹھان فیملی سے برسرِ روزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔ (رفیق تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔) برائے رابطہ: 0323-4418048

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال تعلیم ایم سی ایس، خلع یافتہ کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (لڑکی والد کے پاس کویت میں ہے) برائے رابطہ:
0321-4921322/00-96-599672753

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تعلیم ایم اے اسلامیات ادارہ الہدیٰ سے ترجمہ قرآن کورس اور دیگر شارٹ کورسز کر رکھے ہیں، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:
0322-7000070

دعائے مغفرت کی اپیل

حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق جناب شرجیل عالم کے نانا رحلت فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابًا یسیرًا

چنبیلی انقلاب

سوشل میڈیا کی ایک اور جیت

محمد عاصم حفیظ

تیونس میں آنے والے چنبیلی انقلاب کی گونج پوری دنیا میں محسوس کی جا رہی ہے۔ تجزیہ نگار حیران ہیں کہ کس طرح صحافتی آزادیوں سے محروم ایک قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور چند دنوں کے اندر ملک میں انقلاب برپا کردیا۔ آج کی حقیقت یہ ہے کہ صدر زین العابدین سعودی عرب میں جلاوطن ہو چکے ہیں۔ ان کے کئی رشتہ دار ہلاک، زخمی یا گرفتار ہیں جبکہ عوامی طاقت کا یہ طوفان آنے والے دنوں میں مزید کیا تبدیلیاں لائے گا، اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تیونس میں آنے والے اس انقلاب کی یقیناً بہت سی وجوہات ہوں گی جن میں بیروزگاری، غربت، لاقانونیت وغیرہ شامل ہیں۔ تاہم اس انقلاب کا جو پہلو سب سے اہم ہے وہ موجودہ دور میں سوشل میڈیا کی بڑھتی ہوئی اہمیت ہے۔ ظلم سے ٹکرانے کی خواہش تیونس کے لاکھوں لوگوں کے دلوں میں سالوں سے پرورش پا رہی ہو گی لیکن اس کو طاقتور آواز سوشل میڈیا نے ہی بنایا۔ ملک میں صحافتی آزادی نہ ہونے کی وجہ سے میڈیا عوامی جذبات کی صحیح ترجمانی کرنے سے قاصر تھا۔ انٹرنیٹ اور موبائل فون کی بدولت ہی یہ ممکن ہوا کہ لاکھوں لوگوں کی خواہش ایک لاوا بن کر پھوٹی اور ملک میں انقلاب برپا کر ڈالا۔ میڈیا کی نئی صورتوں میں شمار کئے جانیوالے انٹرنیٹ اور موبائل فون پیغامات اب سیاست میں بھی اہم ترین کردار ادا کرنے لگے ہیں۔ انہوں نے عوام کو اظہار کی طاقت دی ہے اور محکوم لوگ اپنے جذبات کی بھڑاس نکالنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ صورتحال مختلف ممالک پر ڈکٹیٹر بن کر بیٹھے حکمرانوں کا ہوش اڑانے کے لئے کافی ہے۔ تیونس کے صدر زین العابدین کے فرار کے ساتھ ہی عرب دنیا میں ایک لطیفہ تیزی سے گردش کرنے لگا۔ یہ پیغام مغربی طاقتوں کی پشت پناہی پر کئی سالوں سے حکومت پر قابض مصری صدر حسنی مبارک کے لئے تھا۔ اس کی عبارت کچھ یوں تھی کہ زین العابدین کو جدہ لے جانے والا طیارہ شرم الشیخ میں مزید سواریاں لینے کے لئے اترے گا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حکمرانوں سے تنگ اور سامراج سے آزادی کے خواہشمند نوجوان طبقے کے حوصلے اس حد تک بلند ہو چکے ہیں کہ وہ اب نظام حکومت کو بزور طاقت بدلنے کے لئے پرتول رہے ہیں۔ یہ کہانی صرف تیونس یا مصر کی نہیں بلکہ اس کو عوامی خواہشات کا خون کرنے والے ہر حکمران کے لئے تنبیہہ قرار دیا جا رہا ہے۔

ابلاغ عامہ کے ماہرین تو کافی عرصے سے اس موضوع پر بحث کا آغاز کر چکے ہیں کہ آنے والے دور میں سوشل میڈیا عالمی سیاست میں اہم ترین کردار ادا کرے گا۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اس حوالے سے کمتر درجہ رکھتے ہیں، کیونکہ مالکان اور چند مخصوص صحافیوں کو رام کر کے ان کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے لیکن موبائل فون اور انٹرنیٹ میڈیا کے بارے میں ایسا ممکن نہیں ہے۔ چنبیلی انقلاب ذرائع ابلاغ کی ان نئی اقسام کا پہلا کارنامہ نہیں ہے بلکہ گزشتہ چند سالوں میں ایسی کئی مثالیں سامنے آئی ہیں کہ جب موبائل فون اور انٹرنیٹ کی بدولت بڑے پیمانے پر عوامی طاقت کا اظہار کیا گیا۔ شاید بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہوں کہ مقبوضہ کشمیر میں شدت اختیار کر جانے والی تحریک آزادی کے پیچھے بھی اسی سوشل میڈیا کی طاقت کارفرما ہے۔ فیس بک پر اعلان ہوتا ہے کہ ٹھیک اس وقت کرفیو توڑا جائے گا۔ موبائل فون سے ایس ایم ایس بھیجے جاتے ہیں۔ پیغام رسانی تیزی سے وقوع پذیر ہوتی ہے اور اعلان کے مطابق ہزاروں افراد بیک وقت سڑکوں پر آ موجود ہوتے ہیں۔ بھارتی فوج کے لئے یہ صورتحال یقیناً پریشان کن ہوتی ہے کیونکہ کرفیو کی خلاف ورزی کرنے والے ایک دو کشمیریوں کو شہید کرنا تو ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا، لیکن ہزاروں کی ریلی پر گولی چلانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ اور اگر گولی چلا بھی دی جائے تو شہید یا زخمی ہونے والوں کی ویڈیوز اور تصاویر منٹوں میں انٹرنیٹ پر پھیلا دی جاتی ہیں، جس سے بھارتی حکومت بڑے پیمانے پر لعن طعن کا نشانہ بنتی ہے اور عوامی اشتعال میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ موبائل فون کے ذریعے پیغام رسانی سے عوامی طاقت کے اظہار کی ایک اور مثال فلپائن میں سامنے آئی کہ جب 2001ء میں صدر جوزف ایسٹراڈا کو معافی دینے کے معاملے پر لاکھوں افراد دارالحکومت منیلا میں جمع ہو گئے۔ یہ سب لوگ تیزی سے پھیلائے جانے والے ستر لاکھ سے زائد ایس ایم ایسز کے نتیجے میں جمع ہوئے تھے جن میں پارلیمنٹ کے اس فیصلے پر بھرپور احتجاج ریکارڈ کرانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ آخر کار پارلیمنٹ کے ارکان نے عوامی طاقت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ صدر کے خلاف الزامات سامنے لائے گئے اور تین دن کے اندر جوزف ایسٹراڈا کو عہدہ چھوڑنا پڑا۔

امریکہ، پاکستان سمیت دنیا بھر کے کئی حکمران ان دنوں وکی لیکس ویب سائٹ کی کارستانیوں کے باعث پریشان ہیں۔ یہ بھی آن لائن میڈیا کی طاقت کا نتیجہ ہے کہ ایسا مواد جو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے سامنے لانا شاید ممکن ہی نہ ہوتا وہ ویب سائٹ کے ذریعے بے نقاب ہو چکا ہے۔ وکی لیکس کی ویب سائٹ پر مواد آنے کے بعد ہی دیگر ذرائع ابلاغ اس کو زیر بحث لائے ہیں۔ تیونس کے انقلاب میں بھی وکی لیکس کے انکشافات کا بڑا ہاتھ ہے، کیونکہ ان میں صدر اور اس کے حواریوں کی جانب سے کرپشن کے قصے سامنے آئے تھے۔ انٹرنیٹ اور موبائل فون میڈیا کی اہمیت کے پیش نظر اب بہت سی حکومتیں، ادارے، جماعتیں اور رہنما اس کو کافی اہمیت دینے لگے ہیں۔ وینزویلا کے صدر ہوگو شاویز ٹوئٹر پر اپنے اکاؤنٹ کو باقاعدگی سے استعمال کرتے ہیں اور ایک پریس کانفرنس میں انہوں نے کہا تھا کہ چند دن کے اندر لاکھوں مداحوں کا نیٹ ورک بنانا ایک خوشگوار تجربہ ہے۔ ہوگو شاویز نے امریکہ مخالف نظریات میں اپنے حامی کیوبا اور بولیویا کے حکمرانوں کو بھی سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس پر اپنے اکاؤنٹ بنانے کا مشورہ دیا ہے، تاکہ اپنے پیغامات کو تیزی سے پھیلایا جا سکے۔ نائیجیریا کے صدر گڈلک جوناتھن سوشل میڈیا کے اس قدر گرویدہ ہیں کہ انہوں نے کچھ عرصہ قبل صدارتی انتخابات میں دوبارہ حصہ لینے کا اعلان کسی پریس

کانفرنس یا تقریر کی بجائے فیس بک پر سٹیٹس لکھ کر کیا۔

ایسی رپورٹس سامنے آ چکی ہیں کہ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کی خفیہ ایجنسیاں انٹرنیٹ پر شیئر کیے جانے والے مواد پر نظر رکھتی ہیں۔ سی آئی اے نے امریکی ریاست فلاڈلفیا سے تعلق رکھنے والی کولین لاروز کو فیس بک پر اس کے مشکوک پیغامات کی بنیاد پر ہی گرفتار کیا تھا۔ امریکی اداروں نے دعویٰ کیا کہ جہاد جینز کے نام سے مشہور یہ عورت اپنے ایک مسلمان ساتھی کے ساتھ مل کر بھرتی مہم چلا رہی تھی اور اس نے سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس کے ذریعے کئی افراد کو جہاد کے لئے بھرتی کیا تھا۔ اسی طرح کچھ عرصہ قبل برطانیہ میں کچھ پاکستانی طلبہ کو مشکوک ای میلز کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا۔ امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے انٹرنیٹ پر اپنے خلاف مواد کا جواب دینے کے لئے ڈیجیٹل آؤٹ ریچ ٹیم بنائی گئیں ہیں۔ ان کا کام انٹرنیٹ پر کہیں بھی جاری ہونے والے مواد کا توڑ کرنا ہے۔ اگر آپ کسی بھی سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹ یا پھر سوشل فورمز پر مشتمل ویب سائٹ پر امریکہ کے خلاف کوئی تحریر لکھیں گے تو امریکی محکمہ خارجہ کے تحت قائم اس ڈیجیٹل آؤٹ ریچ ٹیم کے ارکان فوری طور پر اس کا جواب دیں گے۔ اس ٹیم کے ارکان نہ صرف انگلش بلکہ اردو مواد پر بھی نظر رکھتے ہیں۔

چنبیلی انقلاب اور دیگر مقامی و عالمی واقعات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ذرائع ابلاغ کی یہ نئی اقسام آنے والے وقت میں عوامی طاقت کے اظہار کا اہم ترین ذریعہ بننے والی ہیں۔ لوگ اس قسم کے میڈیا پر اعتماد کرتے ہیں اور ہر ایک کو کھل کر اپنے جذبات کے اظہار کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ سوشل اور سائبر میڈیا کی اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ اس کے درست استعمال کے لئے کوششیں تیز کی جائیں۔ اس قسم کا میڈیا ہمارے ملک میں طاقتور حلقوں کے استحصال کا شکار طبقات کے لئے امید کی نئی کرن بھر کر ابھرا ہے اور لوگ بھرپور طریقے سے اس کو اظہار خیال کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ خاص کر دینی اور نظریاتی حلقوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ انٹرنیٹ اور موبائل فون کے ذریعے پیغام رسانی کا استعمال بڑھائیں۔ نیوز لیٹرز، بلاگز، آڈیو ویڈیو شیئرنگ ویب سائٹس اور سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس کے ذریعے معاشرے میں مثبت تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ ان وسائل کو انتشار اور بدامنی پھیلانے کی بجائے اچھی روایات کی ترویج کے لئے استعمال ہونا چاہیے۔ سماجی اور دینی حلقے بھرپور منصوبہ بندی اور پیشہ ورانہ اصولوں پر عمل پیرا ہو کر غیر ملکی کلچر کے اثرات میں کمی، بیہودگی اور فحاشی کی روک تھام، ملکی روایات کے فروغ جیسی منازل حاصل کر سکتے ہیں۔ مختلف سماجی اور دینی تنظیموں کی جانب سے ڈیجیٹل آؤٹ ریچ ٹیم کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جو کہ انٹرنیٹ پر جاری ہونے والے ایسے مواد کا جواب دے سکے جو کہ دین اور ملک کے خلاف ہو۔ اسی طرح موبائل کلپس سے عوامی شعور کی بیداری کا کام لیا جا سکتا ہے اور روزانہ کی بنیاد پر ایس ایم ایس اچھی باتوں کو پھیلانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ای میلز، آن لائن گروپس، چیٹنگ اور دیگر سہولیات سے فائدہ اٹھا کر بڑے پیمانے پر پڑھے لکھے طبقے تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ موبائل ٹونز معاشرتی اقدار کے اظہار کا ذریعہ بنتی جا رہی ہیں تو دوسری جانب آن لائن آڈیو ویڈیو چیٹنگ فورمز کے ماحول کو بھی مثبت طریقے سے بدلنے کی ضرورت ہے۔ اچھی ویب سائٹس کے ذریعے اسلام اور پاکستان کے بارے میں بیرونی پروپیگنڈے کا بھرپور جواب دیا جاسکتا ہے۔ فیس بک اور ٹوئیٹر جیسی سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس جن کی اہمیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، یہ ہر قسم کے مواد پھیلانے کا باعث ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اس میدان کو شر پسندی پھیلانے پر مامور قوتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تو اس سے معاشرتی بگاڑ جنم لینے کا خدشہ ہے اس لئے صحیح اسلامی اور ملکی روایات کے امین حلقوں کا فرض ہے کہ وہ اس بارے میں اپنا کردار ادا کریں۔ حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ انٹرنیٹ اور موبائل فون پر لوگوں کی جانب سے پھیلائے گئے پیغامات اور ان کے جذبات کا احساس کرے۔ ضروری نہیں کہ عوامی اشتعال کے بے قابو ہونے کا ہی انتظار کیا جائے بلکہ بہت سے طوفانوں کو اچھی منصوبہ بندی سے روکا جاسکتا ہے۔ ایسی ڈیجیٹل آؤٹ ریچ ٹیمیں بنائی جائیں جو اعلیٰ حکام تک عوامی جذبات پہنچائیں اور ان خدشات سے آگاہ کریں جو ملکی سلامتی کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی کے پیش نظر انداز حکمرانی بھی بدلنے کی ضرورت ہے کیونکہ معلومات کی فراوانی کی بدولت اب عوام ہر ظلم پر احتجاج کرتے ہیں، بھرپور اظہار خیال کرتے ہیں اور اپنے جذبات کو بڑے پیمانے پر پھیلا دیتے ہیں۔ حکمرانوں کو سوچنا ہوگا کہ انہیں میڈیا کے اس جدید چیلنج سے کس طرح نمٹنا ہے۔ جہاں صاحب اقتدار حلقے عوامی رائے کا احترام کرتے ہیں وہاں مثبت معاشرتی تبدیلی آتی ہے اور ترقی کے دروازے کھلتے ہیں اور جہاں عوامی خواہشات کا گلہ دبانے کی کوشش ہوتی ہے وہاں "چنبیلی انقلاب" برپا ہوتے ہیں۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز "جامع مسجد طیبہ بالمقابل مدینہ ریسٹورنٹ نزد گورنمنٹ ڈگری کالج جی ٹی روڈ جہلم" میں

مبتدی تربیتی کورس

13 تا 19 فروری 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: ساجد سہیل 0301-5868300

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت تنظیم اسلامی

برائے رابطہ: (042)36316638-36366638
0333-4311226

قرآن سے توہین رسالت کی سزا موت تلاش کرنے والے منکرین سنت ہیں (مولانا امیر حمزہ)

پاکستان میں مکمل شریعت نافذ ہو تو کسی کو توہینِ رسالت کی جرأت نہیں ہو سکتی (حافظ عاکف سعید)

توہینِ رسالت قانون کے مخالف مقامِ رسالتؐ سے آشنا نہیں (جسٹس نذیر احمد غازی)

توہینِ رسالت کی سزا پر اجماعِ امت کی حیثیت تائید کنندہ اور تصدیق کنندہ کی سی ہے (قاری محمد رفیق)

قرآن مجید میں گستاخِ رسول کی سزا کا تذکرہ بہت واضح اور صریح الفاظ میں موجود ہے (مفتی محمد خان قادری)

مدینہ کی اسلامی ریاست سے خلافت کے خاتمے تک توہین رسالت پر سزائے موت کا قانون نافذ رہا ہے (عبدالرؤف فاروقی)

گستاخِ رسول کی سزا موت کیوں؟

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ ایک علمی سیمینار کی مفصل روداد

رپورٹ: وسیم احمد

توہین رسالت ایکٹ کے حوالے سے الیکٹرانک میڈیا پر نام نہاد دانشور اپنے مذموم ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر سنگین غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں۔ کچھ دانشوروں کا یہ کہنا ہے کہ توہین رسالت پر سزائے موت قرآن سے ثابت نہیں۔ پاکستان میں توہین رسالت ایکٹ کا نفاذ اقلیتوں کو دبانے کے لیے ہے۔ اکثر خواتین و حضرات نبی کریم ﷺ پر مکی زندگی میں آنے والی مشکلات اور آپؐ کی طرف سے ان پر صبر و مصابرت کی مثالیں دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس وقت عفو و درگزر کا مظاہرہ کیا تو ہم اِس وقت آپؐ کی توہین کرنے والوں کو سزائے موت جیسی سخت سزا دینے پر کیوں مصر ہیں۔ دوسری طرف حکومت نے اس قانون میں ترمیم کے لیے اقلیتی امور کے وزیر شہباز بھٹی کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنا دی ہے جبکہ پیپلز پارٹی کی شیری رحمان نے اس قانون میں ترمیم کا بل بھی پارلیمنٹ میں پیش کیا ہے جسے نوک پلک سنوارنے کے لیے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے۔ حسبِ روایت سیاسی لیڈران عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے بیانات داغ رہے ہیں کہ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم نہیں ہو گی۔ توہین رسالت ایکٹ میں تبدیلی ہو گی نہ اس کا غلط استعمال کرنے دیں گے۔ عدلیہ اور اپوزیشن میری بات مان لیتی ہے، علماء کیوں نہیں مانتے، وغیرہ وغیرہ۔ اہل علم دینی طبقہ اور شمع رسالت کے پروانے حکومتی قول و فعل کے اس تضاد سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس لیے وہ تحریکِ حرمتِ رسول اور تحریکِ ختم نبوتؐ کے پلیٹ فارم سے پاکستان میں توہین رسالت ایکٹ کو جوں کا توں قائم رکھنے کے لیے اسلام دشمن طاقتوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر میدانِ عمل میں ہیں۔

اس پس منظر میں تنظیم اسلامی نے قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں ایک علمی نوعیت کا سیمینار منعقد کر کے عوام الناس کو ناموس رسالت کے حوالے سے قرآن حکیم، احادیث مبارکہ، آئین و قانون پاکستان کی روشنی میں ”گستاخِ رسول کی سزا موت کیوں؟“ کے متعلق بھرپور آگاہی دینے کی کوشش کی۔ حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی کے زیر صدارت ہونے والے اس سیمینار میں جید علماء کرام مفتی محمد خان قادری، قاری محمد یعقوب شیخ، قاری محمد رفیق، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا امیر حمزہ اور نامور ماہر قانون جسٹس (ریٹائرڈ) نذیر احمد غازی نے شرکت فرمائی۔

پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ قاری احمد ہاشمی نے سورۃ الحجرات کی چند آیات اور سورۃ الانشراح کی تلاوت فرمائی۔ رفیق تنظیم اسلامی جعفر طیار نے انتہائی دلنشیں انداز میں درج ذیل نعت رسول مقبول پیش کی۔

چھوڑ اُمید و بیم کی باتیں
چھیڑ دُرِّ یتیم کی باتیں
دل و جان کو سکون دیتی ہے
اس رؤفِ و رحیم کی باتیں
سارے عالم کو کر گئیں قائل
ایک رسولِ کریمؐ کی باتیں
پھونک دیتی ہے دل میں روحِ عمل
ان کے عزمِ صمیم کی باتیں
مصحف پاک میں ہوئی مرقوم
ان کے خلق عظیم کی باتیں
ایک رفعت سی مجھ کو ملتی ہے
جب کروں اس حریم کی باتیں
بھول جاتے ہیں درد و غم تائب
سن کے دُرّ یتیم کی باتیں
چھوڑ اُمید و بیم کی باتیں

مولانا امیر حمزہ — مرکزی رہنما جماعۃ الدعوۃ

جماعۃ الدعوۃ کے مرکزی راہنما مولانا امیر حمزہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ آڈیٹوریم قرآن کے نام سے منسوب ہے۔ آج دنیا میں اسی قرآن اور صاحبِ قرآن حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کو چیلنج درپیش ہے۔ اللہ تعالیٰ آج بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کو جنت الفردوس میں ان شاء اللہ مزید بلند مقام عطا فرمائے گا۔ ڈاکٹر صاحب دریافت فرمائیں گے کہ اے باری تعالیٰ مجھے یہ مقام کیوں عطا فرمایا جا رہا ہے تو رب کریم فرمائیں گے کہ جو آڈیٹوریم قرآن کے نام پر دنیا میں بنا کر آئے ہو وہاں آج قرآن اور نبی کریم ﷺ کی حرمت کے دفاع کے لیے سیمینار منعقد کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ قرآن بلا تحریف ہم تک پہنچنا بہت بڑا اعزاز ہے۔ ہمارے دانشور توہین رسالت کی سزا قرآن سے ثابت کرنے کی باتیں کر رہے ہیں۔ توہین رسالت کی سزا قرآن سے ڈھونڈنے والے سنت کے انکاری ہیں۔ یہ دانشور دنیا کے قانون، آئین و دستور اور عقل و فطرت سے لاعلم ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ قرآن و حدیث و سنت ایک ہی چیز ہے۔ اگر ان کا مطالبہ ہے کہ

قرآن سے ثابت کریں تو اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 57 میں فرماتا ہے کہ ”جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ اسی سورۃ مبارکہ میں ملعونین کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ یہ ”جہاں پکڑے جائیں انھیں جان سے مار ڈالا جائے۔“ اس طرح سورۃ الکوثر میں ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③﴾ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ”اَبتر“ کا مطلب یہ ہے کہ جو برباد ہو جائے، جس کی گردن کٹ جائے۔ لہٰذا جو اللہ کے نبی کا دشمن ہے قرآن کی رو سے اس کی سزا یقیناً موت ہے۔ اس ضمن میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنے نبی ﷺ کی زندگی کی قسم کھا رہے ہیں۔ جو شخص نبی ﷺ کی زندگی پر طعن کرتا ہے وہ اللہ کی قسم کو توڑتا ہے اور جو اللہ کی قسم کو توڑے اس کی سزا قتل ہے۔ C-295 کا قانون کسی عیسائی، بدھ مت، یہودی، مشرک یا مسلمان کے خلاف نہیں، یہ اس مجرم کے خلاف ہے جو نبی کریم ﷺ کی توہین کا مرتکب پایا جائے۔ بدقسمتی سے جو لوگ اس قانون کے خاتمے کی بات کرتے ہیں وہ اس جرم کا مسلسل ارتکاب کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان شاء اللہ ان کو ایسا نہیں کرنے دیں گے، اور ان کو اسی طرح قتل کریں گے جیسے غازی علم دین شہید اور عامر چیمہ شہید نے گستاخانِ رسول کو قتل کیا۔ ہماری کوشش ہے کہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے UNO بھی قانون بنائے۔ اس طرح سارے انبیاء علیہم السلام کی شان کو وہ تحفظ حاصل ہوگا جس کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ تہذیبوں کے تصادم کی باتیں کرنے والے دراصل دنیا بھر میں کثیر تعداد میں اسلام قبول کرنے والوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد دیکھ کر بوکھلا چکے ہیں۔ اور ان شاء اللہ جلد امریکی اور یورپی افواج افغانستان سے جوتے کھا کر بھاگنے پر مجبور ہوں گی۔

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی — نامور قانون دان

نامور قانون دان اور دینی حلقوں میں انتہائی مقبول شخصیت جناب جسٹس (ریٹائرڈ) نذیر احمد غازی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحفظ حرمت رسول ﷺ کی محفل میں شرکت کرنے والے آپ خوش بخت لوگوں پر فرشتے بھی رشک کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ توہینِ رسالت ایکٹ C-295 کے خلاف الیکٹرانک میڈیا پر جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، اس کی وجہ سے آج کل میں شدید کرب کے عالم میں ہوں۔ اور جب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص جو بڑے دنیاوی منصبوں پر بھی رہ چکا ہو اس کرب کی وجہ سے گزشتہ ایک ہفتے میں چند منٹوں سے زیادہ سو نہیں سکا، اس کی یہ حالت ہے تو عام مسلمان کی حالت کیا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ مختلف ٹاک شوز میں شرکت کرنے والے مقام ادب سے ناآشنا لوگوں کو یہ علم ہی نہیں کہ ہم کس موضوع اور کس ہستی کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا کہ ؎

لفظ جب تک وضو نہیں کرتے
ہم تیری گفتگو نہیں کرتے

نبی کریم ﷺ کا ادب و مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھا یا نبی کریم ﷺ کے غلاموں کو معلوم ہے۔ غیرتِ دینی رکھنے والا کوئی بھی شخص اس انداز میں گفتگو کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ توہین رسالت کی سزا ختم کی جائے۔ ایک سادہ سی مثال سے اپنی بات واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر مجھ کو کبھی شراب پینی ہی نہ ہو تو مجھے شراب نوشی کے خلاف بننے والا کوئی قانون برا کیوں لگے گا؟ اسی طرح نعوذ باللہ جس کو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی نہ کرنی ہو اور جس کے ذہن میں کسی قسم کا خناس نہ سمایا ہو، اسے C-295 سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل سے پہلے یہ گستاخانِ رسولؐ بانگ دہل یہ کہہ رہے تھے کہ یہ قانون ظلم اور جبر کا قانون ہے، ہم اس کالے قانون کو نہیں مانتے، اس قانون کو ختم ہونا چاہیے۔ گورنر کے قتل کے بعد یہ طبقہ دینی لوگوں سے قدرے خوفزدہ ہو چکا ہے اور انھوں نے اپنا مؤقف بدل لیا ہے اور وہ اب یہ کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا تو کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہم اس قانون کے غلط استعمال کو روکنے اور بہتر طریقہ کار وضع کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ PPC-194 میں درج ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو جھوٹے مقدمے میں ملوث کرے، جس کی سزا سزائے موت ہو اور مقدمے کو Conclude کرتے وقت یہ ثابت ہو جائے کہ یہ مقدمہ جھوٹا ہے تو گواہوں اور مدعی کو عمر قید کی سزا ہوگی۔ اور اگر بالفرض مجرم کو پھانسی دے دی گئی۔ بعد میں ایسی شہادتیں موصول ہوئیں جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مقدمہ جھوٹا تھا، تو جس آدمی نے جھوٹی شہادت دے کر جھوٹا مقدمہ کروایا تھا اُس آدمی کو بھی سزائے موت ہوگی۔ اب مجھے بتائیے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی ہے؟ انگلینڈ کے بہت بڑے جج ”لارڈ ڈینی“ نے جس کا ہمارے ہاں بہت حوالہ دیا جاتا ہے، کہا تھا کہ ”دنیا میں کسی قانون کا احترام نہیں ہو سکتا جب تک اس کے پیچھے اخلاقی قوت نہ ہو۔ اور دنیا میں کہیں اخلاق کا تصور نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے پیچھے کوئی مذہب نہ ہو۔“ آج کل دنیا میں مسلمانوں کو جنونی کہہ کر بلایا جا رہا ہے۔ بقول اقبال ؎

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

تو جناب مسلمان جنونی نہیں، صاحب جنون ہیں۔ دشمنانِ اسلام نے امت مسلمہ کو کمزور کرنے کے لیے دو ٹارگٹ طے کر رکھے ہیں: پہلا کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم پر ان کا یقین متزلزل کر دیا جائے، اور دوسرے صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ سے اس امت کو جو انتہائی محبت کی نسبت حاصل ہے، اسے کمزور کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ C-295 کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں پوری ذمہ داری سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو با کردار ہو اور اس کا اخلاق درست ہو اور کوئی با کردار شخص اس قانون کی مخالفت ہرگز نہیں کر سکتا۔ انہوں نے توہین رسالت ایکٹ کو ڈکٹیٹر کا بنایا ہوا قانون کہنے والوں کو یاد دلایا کہ یہ قانون کسی آمر نے نہیں، عوامی نمائندوں نے بنایا اور اسمبلی نے اسے پاس کیا تھا۔ اس وقت ہماری سیاسی جماعتیں توہین رسالت ایکٹ کے حوالے سے مجرمانہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ یہ قانون 1986ء میں بنا کہ جو شخص نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اس کی سزا عمر قید یا موت ہے۔ اس قانون کو 1990ء میں چیلنج کر دیا گیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بینچ نے اس کی سماعت کی۔ اس عاجز کو بھی ایڈووکیٹ جنرل کی حیثیت سے اس کیس کو Assist کرنے کا موقع ملا۔ کیس کی سماعت کے دوران اور ایک موقع پر فاضل جج صاحب نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا اگر معافی کا خواستگار ہو تو کیا ہمیں اِسے معاف نہیں کر دینا چاہیے؟ اتفاقاً دو دن بعد کورٹ کو چھٹیاں ہونے والی تھیں۔

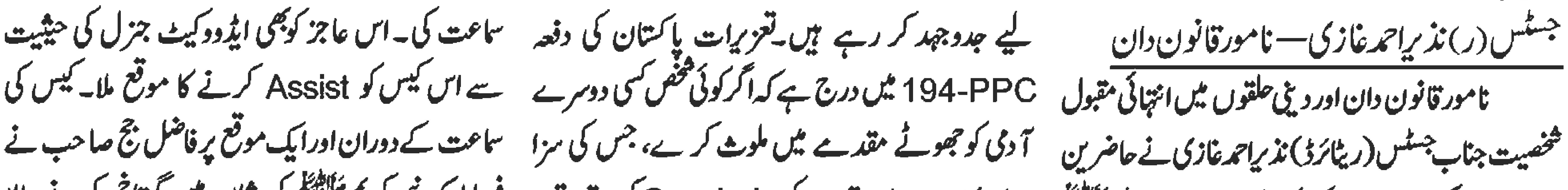

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام سیمینار سے حافظ عاکف سعید، مفتی محمد خان قادری، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا امیر حمزہ، قاری محمد رفیق، قاری یعقوب شیخ اور جسٹس نذیر احمد غازی خطاب کر رہے ہیں

میں نے عرض کیا، جج صاحب! اگر میں یہاں کھڑے ہو کر آپ کی شان میں گستاخی کروں، کورٹ میں چھٹیاں ہونے

توہین رسالت کا قانون ڈکٹیٹر نے نہیں پارلیمنٹ نے بنایا تھا

والی ہے، آپ زیادہ سے زیادہ مجھے نوٹس دیں گے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ دوران تعطیلات میں آپ کے چپڑاسی سے بات چیت کروں اور اس سے معافی مانگوں تو وہ مجھے معاف کردے۔ جج صاحب نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گستاخی ہماری ہو اور چپڑاسی معاف کردے۔ میں نے عرض کیا، جناب محمد عربی ﷺ کے ساتھ ہماری یہ نسبت بھی نہیں۔ ہم تو غلام درغلام کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ہم تو ان سے بھی کم تر ہیں۔ لہٰذا گستاخِ رسول کو معاف کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں اور ہماری حیثیت کیا ہے۔ جسٹس صاحب نے کہا کہ توہین رسالت ایکٹ کے خلاف باتیں کرنے والوں کو عظمت مصطفیٰ ﷺ کا ادراک ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو نبی ﷺ سے مخاطب ہونے کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے منع فرما دیا جن کے غلط لہجے میں استعمال سے توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا﴾ (البقرہ:104) ''اے اہل ایمان (گفتگو کے وقت اللہ کے پیغمبر سے) راعنا نہ کہا کرو، اُنظرنا کہا کرو۔'' غور کیجیے، یہ ان لوگوں کو کہا جا رہا ہے جنہوں نے نبی ﷺ کے نام پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور جن کی نیتوں پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی مسلمانوں کے مرکز ایمان پر حملہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا تصور مسلمانوں کا روحانی ''نوگو ایریا'' ہے۔ گستاخ رسول کو ایک لمحے کے لیے بھی جینے کا کوئی حق نہیں۔ اس کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔

مولانا عبدالرؤف فاروقی — سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام

جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل اور معروف عالم دین مولانا عبدالرؤف فاروقی نے کہا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ''گستاخ رسول کی سزا بائبل کی روشنی میں'' کے عنوان پر آپ سے گفتگو کروں۔ یہ عنوان کیوں قائم کیا گیا ہے؟ شاید اس لیے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت کے قانون C-295 کے خلاف آواز مسیحی برادری اٹھا رہی ہے اور کیتھولک عیسائیوں کے عالم مذہبی رہنما پوپ بینی ڈکٹ نے بھی اس قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ لہٰذا عیسائیوں پر یہ واضح کیا جائے کہ ان کی مذہبی کتاب ''بائبل'' میں بھی گستاخ رسول کے لیے سزائے موت کا قانون موجود ہے، اور اس طرح انھیں سمجھایا جائے کہ انھیں بھی اس قانون کو برقرار رکھنے پر زور دینا چاہیے نہ کہ اسے منسوخ کرنے یا اس میں تبدیلی کرنے پر...... انہوں نے اس سلسلے میں چند حقائق بیان کیے

O بائبل کیا ہے؟

بائبل اُن کتابوں کے مجموعے کا نام ہے جنہیں عیسائی برادری الہامی کتابیں کہتی ہے۔ اُن کے بقول یہ کتابیں انسانی ہاتھوں سے لیکن روح القدس کے الہام سے لکھی گئی ہیں اور یہ خدا کا کلام ہے۔ اس کے دو حصے ہیں: (1) عہد نامہ قدیم (2) عہد نامہ جدید۔ عہد نامہ قدیم میں کل 39 (پروٹسٹنٹ کے نزدیک) یا 46 (کیتھولک کے نزدیک) کتابیں ہیں جو عیسائی علم الٰہیات میں مذہب کی بنیاد ہیں۔ عیسائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ عہد نامہ قدیم میں وہ کتابیں ہیں جو مسیح کے دنیا میں آنے سے پہلے انبیاء کرام کو دی گئیں، جبکہ عہد نامہ جدید میں مسیح علیہ السلام کے دنیا میں آنے کے بعد کا خدائی الہام موجود ہے۔

بائبل سے گستاخ رسول کی سزا تلاش کرنا بڑی عجیب سی بات ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بائبل نے انبیاء کی توہین کی بنیاد فراہم کی ہے، بائبل میں انبیاء سے متعلق ایسے مضامین موجود ہیں جنہیں پڑھ کر ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ کوئی باپ اپنی بیٹیوں اور کوئی بھائی اپنی بہنوں کے سامنے انہیں پڑھ نہیں سکتا۔ بائبل پڑھ کر لوگ کہتے ہیں کہ کیا نبوت کا معیار یہ ہے جو بائبل پیش کر رہی ہے اور کیا نبی ایسے ہوتے ہیں؟ ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام کے علم کلام میں تو نبی کو معصوم عن الخطاء سمجھا جاتا ہے لیکن مسیحی علم کلام میں ایسا نہیں ہے۔ وہاں نبی جھوٹا، شرابی اور زانی بھی ہوسکتا ہے العیاذ باللہ...... میرا خیال یہ ہے کہ عیسائی لوگ C-295 کے اس لیے بھی خلاف ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے عدالت عالیہ میں مقدمہ دائر کردیا کہ بائبل میں انبیاء کی توہین کے مضامین ہیں، لہٰذا اس پر پابندی لگائی جائے تو پادریوں کا کیا بنے گا۔

بائبل میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے کے لیے سزا کا ذکر ہے۔ نبوت کے نام پر لوگوں کو بتوں کی عبادت کے لیے دعوت دینے والے کے لیے سزائے موت کا ذکر ہے۔ (استثناء باب:13)

زنا کے ارتکاب پر سنگسار کرنے اور موت کی سزا دینے کا ذکر ہے (استثناء، باب:12، 13) یہ ذکر بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بت پرستی پر ایک وقت میں تین ہزار اسرائیلوں کو قتل کروایا۔ لیکن بدقسمتی سے انبیاء کی توہین پر اس طرح کی سزا کا کہیں صراحتاً ذکر نہیں۔ تاہم اگر قانون سازی کے اصولوں کی بنیاد پر ہم بائبل کی روشنی میں گستاخ رسول کے لیے سزا کا تعین کرنا چاہیں تو اس کے لیے کچھ مضامین بہر حال ایسے ہیں جن سے یہ نتیجہ حاصل کیا جاسکتا ہے کہ یہودی شریعت میں گستاخِ رسول کی سزا سزائے موت ہی ہونی چاہیے، کیونکہ وہاں یوم سبت اور کاہن کی توہین پر قتل کی سزا کا قانون موجود ہے۔ چنانچہ تورات کی کتاب خروج باب:12، 13 اور 17 میں عبارت اس طرح ہے:

''اور خداوند نے موسیٰ سے کلام فرمایا کہ تو بنی اسرائیل کو حکم کر اور کہہ کہ میرے سبت کو مانا کریں۔ کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان پشت در پشت یہ ایک علامت ہوگی، تاکہ تم جانو کہ میں خداوند تمہارا مقدس کرنے والا ہوں، پس تم سبت کو مانو کیونکہ وہ تمہارے لیے مقدس ہے۔ اور جو کوئی اس کو توڑے ضرور قتل کیا جائے اور جو کوئی اس میں کچھ کام کرے تو وہ شخص اپنی قوم سے خارج کیا جائے۔ چھ دن تم اپنا کام کاج کرو اور ساتواں دن آرام کا۔ سبت خدا کے لیے مقدس ہے۔ جو کوئی سبت کے دن کام کرے ضرور قتل کیا جائے۔ پس بنی اسرائیل سبت کو مانیں اور پشت در پشت اس کو جاری رکھیں۔ یہ ابدی عہد ہے جو میرے اور بنی اسرائیل کے درمیان ہمیشہ کے لیے علامت ہوگی کیونکہ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین بنائے اور ساتویں دن آرام کر کے سبت کیا۔''

اسی طرح خروج 303:35 میں ہے:

''تب موسیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام جماعت کو اکٹھا کیا اور اُن سے کہا وہ باتیں جن کے کرنے کا خداوند نے حکم دیا ہے یہ ہیں: چھ دن تو اپنا کام کاج کر، ساتواں دن تیرے لیے مقدس ہوگا، خداوند کے لیے آرام کا سبت۔ جو کوئی اس میں کچھ کام کرے گا قتل کیا جائے گا۔ تم اپنے سب مکانوں میں سبت کے دن آگ مت جلاؤ۔''

سیاسی جماعتیں توہین رسالت ایکٹ پر مجرمانہ خاموشی کی مرتکب ہو رہی ہے

اسی طرح کاہن کی گستاخی پر سزائے موت کا ذکر ہے:

''اگر کوئی شخص گستاخی سے پیش آئے کہ اس کاہن کی بات جو خداوند تیرے خدا کے حضور خدمت کے لیے کھڑا رہتا ہے یا اس قاضی کا کہنا نہ سنے تو وہ شخص مار ڈالا جائے اور تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دور کر دینا اور سب لوگ سن کر ڈر جائیں گے اور پھر گستاخی سے پیش نہیں آئیں گے۔'' (استثناء 17:13-12)

اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ جب سبت، کاہن اور قاضی کی گستاخی ناقابل معافی جرم تھی اور اس پر قتل کی سزا

متعین تھی تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول کی توہین پر تو عبرتناک انداز میں سزائے موت کا قانون بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیے۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ ان حالات میں سید کائناتؐ کی حرمت و ناموس کا تحفظ کس طرح ممکن ہے اور اس کے لیے مسلمانوں کو کیا منصوبہ بندی کرنی چاہیے ...... میرا تجزیہ اور تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں ایک اسلامی حکومت قائم ہو جو خلافت راشدہ کے طرز پر حکمرانی کو رواج دے تو اس کا رعب عالم کفر پر اس طرح قائم ہوگا کہ پھر کسی شخص کو نہ پیغمبر اسلام کی توہین کرنے کی جرأت ہوگی نہ کسی حکومت یا ادارے کو گستاخِ رسول کی حمایت یا اُسے پناہ دینے کی......

فاضل مقرر نے حاضرین کو دعوت عمل دیتے ہوئے کہا کہ آیئے ہم اپنی اس تحریک کو اس وقت تک جاری رکھنے کا عہد کریں جب تک اسلامی ریاست قائم نہیں ہو جاتی۔ اور جب اسلامی ریاست قائم ہو جائے گی تو تمام مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ رسولوں کی حرمت کا قانون صرف ہمارا مسئلہ ہے۔ ہم حضرت آدم ؑ سے حضرت مسیحؑ تک اور پھر پیغمبر اسلام ﷺ تک تمام رسولوں کی عزت و حرمت کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست سے لے کر 3 مارچ 1924ء تک اسلامی خلافت میں ہمیشہ توہین رسالت پر سزائے موت کا قانون نافذ رہا ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ بھی ہے، تاریخ بھی ہے اور دینی ورثہ بھی۔ اپنے عقیدے، اپنی تاریخ اور اپنے ورثے کی حفاظت کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کا ہمیں اپنے اللہ سے عہد باندھنا چاہیے۔

قاری محمد یعقوب شیخ — رہنما جماعۃ الدعوۃ

جماعۃ الدعوۃ کے راہنما کنگ سعود یونیورسٹی سے فارغ التحصیل عالم دین قاری محمد یعقوب شیخ نے گستاخِ رسول کی سزا حدیث و سنت کی روشنی کے موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کی سزا قرآن و حدیث میں یکساں ہے۔ قرآن سے حدیث کو جدا کر دیا جائے تو دین کو سمجھنا ناممکن ہے۔ قرآن و حدیث کے احکامات قرون اولیٰ سے قیامت تک قائم رہیں گے۔ قرآن پر ایمان کی طرح حدیثِ مبارکہ پر ایمان لانا بھی لازم ہے۔ منکرین حدیث معاشرہ میں بدامنی، بے حیائی اور فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ توہین رسالت کی سزا موت نبی کریم ﷺ کا حق ہے۔ پاکستانی قانون کے مطابق توہین رسالت کے مرتکب کو سزا دی جاتی تو معاشرے میں ممتاز قادری پیدا نہ ہوتے۔ انھوں نے کہا کہ حدیث کی روشنی میں بھی توہین رسالت کی سزا موت ہے۔ انھوں نے گستاخِ رسول ابن خطل کو کعبۃ اللہ کے پردوں سے نکال کر مقام ابراہیم پر قتل کرنے کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ مرتد اور گستاخ رسول کو بیت اللہ میں بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے گستاخِ رسول ﷺ کعب بن اشرف کو قتل کرنے والے ان کے بھانجے محمد بن مسلمہ ؓ کی تائید و نصرت کے لیے دعا فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اسلامی حدود اور سزاؤں کو نافذ کرنے کی اشد ضرورت ہے، تبھی گستاخیوں کے یہ سلسلے بند ہوں گے۔ اگر گستاخان کو مہلت ملتی چلی گئی تو یہ بے ادبی اور گستاخی میں بہت آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ (''گستاخِ رسول کی سزا حدیث و سنت کی روشنی میں'' قاری یعقوب صاحب کا یہ مقالہ کتابچے کی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے قارئین اسے حاصل کر کے مطالعہ فرما سکتے ہیں۔)

قاری محمد رفیق — عالم دین

معروف عالم دین قاری محمد رفیق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اجماع امت کا اصول اسلامی شریعت کے چار بنیادی ماخذوں میں سے ایک ماخذ ہے۔ جس بات پر امت کا اتفاق ہو جائے وہ بات اگر قرآن و سنت میں موجود نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن توہینِ رسولؐ کی سزا کے حوالے سے اجماع امت کی حیثیت محض تائید کنندہ اور تصدیق کنندہ کی سی ہے۔ اس موضوع پر امت کا اجماع قرآنی آیات سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۝﴾ (النساء:115)

''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔''

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کا ادب و احترام ایمان کی جان اور دل کا تقویٰ ہے۔ یہاں ادنیٰ سی بے احتیاطی اور بے ادبی بندے کو کائنات کا سب سے بڑا مجرم بنا دیتی ہے۔ اہانت کی معمولی حرکت و جنبش قہر الٰہی کو بھڑکا دیتی ہے اور گستاخی کا ہر کلمہ ابدی رسوائیوں کا نشان اور سامان بن جاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحجرات کی آیت:2 میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝﴾ ''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، (اس طرح) ان کے روبرو سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔'' یہ آیت مبارکہ واضح اعلان کر رہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حرمت و عزت کی جہت ایک ہی ہے۔ جس نے نبی ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امت نبی ﷺ کے واسطہ کے بغیر اپنے رب سے ربط و تعلق قائم نہیں رکھ سکتی۔ نہ کسی کے پاس حضور ﷺ کے علاوہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کا طریقہ اور ذریعہ ہے۔ قاضی عیاضؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: صحابہ کرام ؓ سے لے کر ہمارے زمانے تک تمام حضرات علماء اور مفتی حضرات کا اتفاق اور صحابہ کرام ؓ کا اجماع ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو اس وقت عرب کی سرزمین پر کئی مدعیان نبوت کھڑے ہوئے، اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے، اس سے نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچتی ہے۔ اس کا یہ دعویٰ بذاتِ خود توہین رسالت کے زُمرے میں آتا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام ؓ نے حضرت ابوبکر ؓ کی قیادت میں ایسے تمام مدعیانِ نبوت کے خلاف جہاد کیا، اور اس وقت تک سکون سے نہ بیٹھے،

> اگر گستاخِ رسول نے زندہ رہنا ہے تو امت کو مر جانا چاہیے اور اگر امت نے زندہ رہنا ہے تو گستاخِ رسول کو مر جانا چاہیے (قول امام مالکؒ)

جب تک ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک نہ کر دیا۔ مدعیان نبوت کے خلاف صحابہ کرام ؓ کا اجماع توہین رسالت کے مرتکب افراد کے بارے میں سزائے موت کے حکم کو ثابت کرتا ہے۔

حافظ عاکف سعید — امیر تنظیم اسلامی

ان کے بعد صدر مجلس حافظ عاکف سعید صاحب عام روایت یعنی پروگرام کے آخر میں صدارتی خطبہ کے برعکس مائیک پر تشریف لائے اور کہا کہ میں سب سے پہلے تمام مقررین کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا کہ جس کے خصوصی فضل و کرم سے یہ محفل منعقد ہو سکی۔ انھوں نے مفتی محمد خان قادری صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انھی کے ہاں ایک محفل میں ایک ایسے سیمینار کے انعقاد کا فیصلہ ہوا، جس میں حرمتِ رسولؐ کے حوالے سے مختلف موضوعات پر علماء کرام کی طرف سے رہنمائی دوست احباب اور عوام تک پہنچ

سکے۔ تو اصل میں اس پروگرام کے انعقاد کی تجویز کا سہرا مفتی محمد خان قادری صاحب کے سر ہے۔ الحمد للہ، یہ ان مستند علماء میں سے ہیں جنھیں قرآن حکیم نے ﴿الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ﴾ کا خطاب دیا ہے۔ حافظ عاکف سعید نے مختصر وقت میں سو باتوں کی ایک بات اس انداز میں کہی کہ پاکستان کے سارے مسائل کا حل ملک میں اللہ کے دین اور شریعت کے مکمل نفاذ میں ہے۔ اگر ملک میں شریعت نافذ ہو تو کسی کو توہین رسالت کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ جب نظام خلافت قائم تھا تو ایک عورت کی فریاد پر کفار کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا گیا تھا اور پوری دنیا کو یہ پیغام مل گیا تھا کہ کوئی شخص کسی مسلمان عورت کو میلی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ملک میں نظام خلافت قائم کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ نماز ظہر کا وقت قریب تھا حافظ عاکف سعید صاحب نے سیمینار میں اپنے خطاب کے لیے مخصوص وقت کا ایثار کرتے ہوئے محترم قادری صاحب کو خطاب کی دعوت دی۔

مفتی محمد خان قادری — مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور

جامعہ اسلامیہ کے مہتمم ممتاز عالم دین مفتی محمد خان قادری نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن مجید میں گستاخِ رسولؐ کی سزا کا تذکرہ بہت واضح اور صریح الفاظ میں موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھلائی اور خیر کا خاتمہ زمین میں فتنہ اور فساد کا موجب ہے۔ نبوت و رسالت پر طعن و تشنیع یقیناً زمین میں سب سے بڑا فساد ہے۔ اس سے بڑھ کر فساد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور فتنہ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرہ:191) "اور فتنہ قتل سے بھی سخت ہے"۔ توہینِ رسالت کرنے والا فساد فی الارض اور کفر بعد از ایمان کے زُمرے میں آتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مسائل شرعیہ کو سمجھنے کے لیے چار اُصول قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہیں۔ توہینِ رسالت کے حوالے سے کسی کا یہ مطالبہ کرنا کہ قرآن مجید سے ہی مجھے حکم بتایا جائے، یہ اس کی جہالت ہے، کیونکہ اسلام کی تعلیمات کو صرف قرآن تک محدود کرنا اسلام کی تعلیمات سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ مثلاً شراب کی حرمت کے بارے میں اگر کوئی استفسار کرے کہ شراب کے لیے قرآن میں حرام کا لفظ ہی نہیں اس سے کہا جائے گا کہ اللہ کے بندے شراب کے حوالے سے قرآن میں ﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ کے الفاظ آئے ہیں اور "رجس" کے لفظی معنیٰ بتانے پر طبیعت ہی مائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن پاک میں ﴿لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ کے الفاظ آئے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کردی ہے۔" اور "لعنت" کا لفظ قتل سے کہیں آگے ہے، کیونکہ قاتل جہنم کی سزا بھگت کر کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہو جائے گا، لیکن جس پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کردی ہو وہ کسی صورت جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس صورتِ حال میں نام نہاد دانشوروں کا محض یہ رٹ لگانا کہ توہین رسالت کی سزا قتل قرآن سے ثابت کرو تو یہ امت کو بہت بڑی غلط فہمی میں ڈالنے والی بات ہے۔ میری آپ سے التماس ہے کہ ایسے مسائل پر علمی گفتگو کے لیے سنجیدگی اختیار کیجیے اور قرآن وسنت کے دلائل کو پیش نظر رکھ کر اپنے اندر علمی شعور بیدار کیجیے اور کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکلنے پائے جس سے سرور عالم ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ امام مالکؒ کا ایک قول قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ کسی آدمی نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو عراق کے علماء نے اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ حاکم وقت نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ اس گستاخ کو کوڑوں کی سزا دے دی جائے۔ اس موقع پر امام مالکؒ نے تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: حکمران سن! اگر گستاخ رسول نے زندہ رہنا ہے تو امت کو مرجانا چاہیے اور اگر امت نے زندہ رہنا ہے تو گستاخ کو مرجانا چاہیے۔ یوسف قرضاوی نے فرمایا: "یہ امت ایسی ہے کہ موت کے لیے بلاؤ تو سب جمع ہو جاتے ہیں، علم کے لیے بلاؤ تو کوئی نہیں آتا" تو آئیے، ہم علم کے لیے آگے بڑھیں۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء اور حافظ عاکف سعید صاحب خاص طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں جنھوں نے اس مبارک موضوع پر اتنے قیمتی علمی سیمینار کا انعقاد کیا۔ ایسی محافل سے علم کی روشنی ان شاء اللہ جیسے جیسے بڑھے گی سیاہیاں دور ہوں گی، اندھیرے چھٹ جائیں گے اور ہر ایک کو معلوم ہوگا کہ اللہ کی رحمت سے بڑھ کر کوئی رحمت والا نہیں اور رحمت للعالمین سے بڑھ کر کوئی مصطفیٰؐ نہیں اور اس کائنات میں وہی زندہ اور سرخرو رہے گا جو آپؐ کی رحمتوں کو سنبھالنے اور سمیٹنے کی کوشش کرے گا۔

مفتی محمد خان قادری صاحب کی اختتامی دعا پر یہ سیمینار اختتام پذیر ہوا۔

☆☆☆

نیوز آف دی ویک

خبر "لاہور میں امریکی کے ہاتھوں مارے جانے والے 2 شہری ڈاکو تھے۔"

پولیس

تبصرہ: لاہور کے بارونق چوک مزنگ چونگی میں ایک امریکی نے دو شہریوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ امریکی کونسلیٹ کی دوسری گاڑی جو اس امریکی کو اپنی حفاظت میں لینے آئی تھی اُس نے ون وے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انتہائی تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے ایک راہگیر کو کچل کر ہلاک کر دیا۔

ریمنڈ ڈیوس نامی امریکی نے دعویٰ کیا ہے کہ موٹر سائیکل سوار دونوں نوجوان ڈاکو تھے اُنہوں نے اُسے لوٹنے کی کوشش کی تو اُس نے اپنے دفاع میں گولی چلاتے ہوئے اُنہیں ہلاک کیا۔ ایس پی سیکورٹی لاہور رانا فیصل نے امریکی کے بیان کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ دونوں موٹر سائیکل سوار ڈاکو تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ امریکی نے دونوں نوجوانوں کو چودہ گولیاں مار کر ہلاک کیا اِن میں سے تیرہ گولیاں اُن نوجوانوں کی پشت اور بیک سائیڈ پر لگیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اُنہیں پیچھے سے فائر کر کے مارا گیا۔ امریکی کا دعویٰ اپنی جگہ لیکن سوال یہ ہے کہ ہماری پولیس کے اعلیٰ افسر کو آیا الہام ہوا کہ اُس نے واردات کے چند گھنٹے بعد بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے یہ فیصلہ سنا دیا کہ مرحومین ڈاکو تھے۔ درحقیقت یہ اُسی غلامانہ ذہنیت اور چٹی چمڑی سے مرعوبیت کا معاملہ ہے جس کا شکار ہمارے تمام سیاست دان اور بیورو کریسی ہے۔ عقل کا اندھا یہ پولیس آفیسر یہ سوال کیوں نہیں اُٹھاتا کہ بفرضِ محال وہ نوجوان امریکی کو لوٹ کر یا لوٹنے کی کوشش کے بعد فرار ہو رہے تھے تو امریکی زیادہ سے زیادہ اُن کی موٹر سائیکل پر فائر کر کے یا ٹانگ پر ایک آدھ گولی مار کر اُنہیں پکڑ سکتا تھا۔ چودہ گولیاں مارنے کا کیا جواز تھا۔ امریکی جان کو خطرہ تب ہوتا اگر وہ نوجوان امریکی کی طرف بڑھتے اور وہ اُنہیں سامنے سے سینہ یا پیٹ میں گولی مارتا۔ اگر نوجوان ڈاکو تھے تب بھی فرار ہوتے ہوئے انہیں ہلاک کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکی کسی مسلمان خصوصاً پاکستانیوں کو انسان نہیں کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں جب چاہا موڈ میں آیا تو دو چار کو کچل دیا۔ اور اس میں اُن کا نہیں اپنوں کا قصور ہے جو امریکیوں کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں اور اپنی قوم کی ذلت اور ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔ اگر یہ غلامی یونہی جاری رہی تو وہ وقت دُور نہیں جب امریکی اپنے اِن ایجنٹوں یعنی ہمارے اِن حکمرانوں کو بھی کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل دیں گے۔

"سب کہہ دو"

مریم گیلانی

روزنامہ مشرق میں شائع ہونے والا زیر نظر کالم اگرچہ رواں ہفتہ کا نہیں، کچھ عرصہ پہلے کا ہے، تاہم اِسے خصوصی اہمیت دے کر کالم آف دی ویک کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

کبھی کوئی آواز سنائی دیتی ہے جو کہتی ہے سب کہہ دو۔ کبھی ٹی وی سکرین پر بے شمار نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہنستے مسکراتے آپس میں باتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی ایک ہی لڑکی کے پیچھے دو لڑکے چلتے چلتے اسے مختلف قسم کے لالچ دے رہے ہوتے ہیں اور لڑکی انہیں درخور اعتناء نہیں سمجھتی۔ یکا یک ایک لڑکا چلا کر کہتا ہے میں تم سے دن رات لگاتار بات کروں گا اور بس لڑکی ریجھ جاتی ہے۔ شریف لوگ یہ باتیں آخر کیسے برداشت کرسکتے ہیں اور جہاں تک میں اس قوم کو جانتی ہوں یہ شرفاء کی قوم ہے۔ اپنی بچیوں کے حوالے سے ہم بڑے ہی غیرت مند ثابت ہوئے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ترقی پسند کہلانے کا جنون اس قوم کو پرویز مشرف نے بخشا ہے اور موجودہ حکومت بھی اس "ترقی پسندی" کے اظہار میں کچھ کم نہیں، لیکن اس سب سے اس قوم کی آنکھ کی شرم مر نہیں جاتی۔ ہم کتنے بھی ترقی پسند ہو جائیں، دنیا کی روایات سے کس قدر بھی کندھا ملا کر چلنا چاہیں اس کے باوجود اپنی بچیوں کے حوالے سے ہمیشہ انہی "دقیانوسی" خیالات کے ہی مالک رہتے ہیں۔ کوئی راہ چلتا لڑکا، کسی بچی سے فون پر بات کرنا چاہے، کوئی لڑکا اور لڑکی آپس میں ساری رات گفتگو کرنا چاہیں، کوئی انجانا شخص ہماری کسی بیٹی کو سب کہہ دینا چاہے، یہ باتیں صرف معیوب ہی نہیں ایک غیرت مند آدمی کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے، کیونکہ ہم اتنے ماڈرن کبھی نہیں ہوسکتے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ہمارا میڈیا یہ سب چیزیں دن رات دکھا رہا ہے اور کسی کو ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہر ٹیلی فون نیٹ ورک صرف یہ دکھا کر اپنی سم بیچنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اس ایک سم کے خریدنے سے ایک لڑکا کتنی آسانی سے کسی بھی لڑکی سے بات کرسکتا ہے۔ کیا ہماری زندگیوں کا بس اب صرف یہی مقصد رہ گیا ہے؟ کیا زندگی میں اس سے بہتر ہدف کوئی اور دکھائی ہی نہیں دیتا کہ کس طور ایک ہاتھ نہ آنے والی لڑکی کو گفتگو کے جال میں پھنسایا جاسکے اور کیا ہر وہ شخص جو کسی بچی کا باپ ہے یہ برداشت کرسکتا ہے کہ اس کی بیٹی نامحرم لڑکوں سے بات کرتی رہے۔ اس معاشرے کی اقدار میں بگاڑ بلاشبہ ہوگا، ہم ترقی پسند ہوگئے ہوں گے لیکن اس طرح بیٹیاں موبائل فونوں کے ٹھیلوں پر لگاتار لوگوں کے حوالے نہیں کردی جاتیں۔ عورت کی آزادی کے بھی ہم بہت شوقین ہوں گے لیکن اتنی بے محابہ آزادی کون شریف آدمی برداشت کرے گا۔

یہ ٹیلی فون کمپنیاں عورت کو ایک سودے کی طرح بیچنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ یا تو ہمیں اس بات کا ادراک ہی نہیں اور یا پھر ہمیں اس بات پر اعتراض نہیں کیونکہ ایک صبح جب میں نے ایک نیوز چینل لگانے کے لیے ٹی وی کھولا تو اس پر ایک فون کمپنی کا یہ اشتہار آرہا تھا جس میں ایک لڑکی کے پیچھے دو لڑکے لگے ہوئے تھے۔ غصے نے یوں طبیعت پر گرفت کی کہ کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ اب شرافت کی کوئی بات نہ ہوگی اور وہ بچیاں جو اس معاشرے کے ہر گھر میں موجود ہیں، صرف غیر مردوں کے لبھانے کو ہی رہ گئی ہیں۔ یہ ماڈرن دور ہے۔ لیکن کیا ہم اتنے بے غیرت ہوگئے ہیں کہ میڈیا سرعام یہ پیغام نشر کرتا ہے کہ لڑکیوں کے لیے وہ لڑکے پسندیدہ ہونے چاہئیں جو ان سے دن رات بات کریں۔ تو پھر ماں باپ کی ضرورت ہی کیا ہے۔

عورت کا عورت کہلایا جانا ہی ضروری ہے۔ مستور کے معنی تو ڈھکے ہوئے ہونے کے ہیں۔ یہ وقت اور یہ ترقی تو عورت کے آشکار ہوجانے کی دعوت دے رہی ہے اور اگر ہم خاموش ہیں تو دراصل کہیں نہ کہیں اس سب کے لیے آمادگی ہمارے دلوں میں گھر کر چکی ہے۔ اب عورت عورت نہیں کیک پیسٹری ہوگئی ہے اور بیکری میں داخل ہونے والا ہر شخص اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ آج ان فون کمپنیوں کا اسے مشورہ یہ ہے کہ ہر للچائی ہوئی نظر اور رال ٹپکاتے فقرے کے جواب میں اسے اِترانا چاہیے، خود پر ناز محسوس ہونا چاہیے۔ یہ اسے سکھا رہے ہیں کہ کون کون سی ادائیں کیسے دکھائی جاسکتی ہیں، تاکہ تماش بینوں کی سمیں زیادہ سے زیادہ بک سکیں۔ کیا ہم واقعی بے غیرتی کی اس حد تک پہنچ چکے ہیں جہاں ایسی باتوں نے اثر کرنا بند کردیا ہے یا ہم روٹی، کپڑا اور مکان میں ایسے الجھ گئے ہیں کہ عزت اور غیرت جیسی کیفیات اپنے ہی پیروں تلے روند دی۔ کیا ہماری آنکھوں میں پلتی بچیاں اتنی سستی اور اتنی بے وقعت ہیں کہ ایک سو روپے کی سم بیچنے کے لیے انہیں شکار بنا کر دکھایا جائے۔ آنکھوں کی شرم و حیا کی بات تو چھوڑیئے۔ یہ لڑکے بھی کیا لڑکے ہیں جو ان اشتہاروں میں دکھائے جاتے ہیں، جن کے رویوں میں کوئی وقار نہیں اور لہجوں میں کسی عورت کا احترام نہیں۔ وہ غیرت کی بات کیا کریں گے، اپنی بہنوں کی عزتوں کے کیا ضامن ہوں گے جو دن رات دوسری لڑکیوں کو صرف حاصل کرنے کی چیز سمجھ کر پیچھا کریں گے۔

اس معاشرے میں عورت کا بلند مقام ہونا چاہیے، بے حد احترام ان کی ذات سے وابستہ کیا جانا چاہیے کہ یہ ایک اسلامی معاشرہ ہے۔ یہ باتیں تو اب پرانی ہوگئیں، شاید ہم بھول گئے ہیں۔ لیکن کیا ہم انسان ہونا بھی بھول گئے ہیں۔ آپس کا احترام اور حدیں بھی بھول گئے ہیں۔ اگر عورت خود اپنا تحفظ کرسکنے سے قاصر ہوگئی ہے تو کیا ایسا کوئی غیرت مند مرد اس معاشرے میں نہیں جو کم از کم یہ اعتراض ہی اُٹھا سکے کہ اس طور کے اشتہارات بند کیے جائیں جو اسے ایسا کم حیثیت ثابت کرتے ہوں اور سوچنا تو یہ بھی ہے کہ عورت کی آزادی کے اس دور میں آخر عورتوں کو یہ اعتراض کیوں نہیں کہ انہیں انسان دکھانے کی بجائے خاصے کی ایک چیز بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ ان ٹیلی فون کمپنیوں پر تو مقدمہ ہونا چاہیے۔ کیا پیمرا میں کوئی باضمیر شخص موجود نہیں؟ آخر کس قسم کی سنسر شپ پالیسی ہے جو ایسی بے غیرتی کو کروڑوں لوگوں کی بصارتوں تک پہنچنے سے روک نہیں سکتی۔ ٹیلی فون کمپنیوں کا بھی محاسبہ کیا جانا چاہیے جنہیں ان اقدار کی شائستگی کا تو علم نہیں اور پامالی کو انہیں نے تفاخر بنالیا ہے۔ لیکن بات پھر بھی وہی ہے۔ وہ کہتے ہیں سب کہہ دو مگر ہم اور آپ کچھ نہیں کہتے۔

blaspheme against him. The blind man used to forbid her, but she did not stop; he would scold her but she did not mend her ways. One night, when she started blaspheming against the Prophet ﷺ, he took a rapier and thrust it into her abdomen and hence killed her. In the morning, when it was reported to the Prophet ﷺ, he gathered the people and said: "I ask in Allah's name that a person who did what he did should stand up. Upon this, the blind man stood up and crossing people, started limping towards the Prophet ﷺ, till he sat in front of him and said: O Messenger of Allah! I am the one who killed her; she used to curse you and blaspheme against you, and I used to forbid her, but she didn't stop, and scold her, but she didn't listen, and I have two sons from her who are like pearls, and she was very kind to me. Yesterday, she started cursing you and blaspheming against you, so I took a rapier and thrust it into her abdomen till it killed her. Upon this, the Prophet ﷺ said: "Be witness that her blood is wasted (i.e. there is no compensation for it). This Hadith has been narrated by Abu Daud and Nisaa`e and has been reported to be *Sahih* on the condition of Imam Muslim by Sheikh Al-Albani.

Another Hadith narrated by Abu Daud states that it was reported by Ali Ibn Abi Talib رضی اللہ عنہ that a Jewish woman used to curse the Prophet ﷺ and blaspheme against him, so a man choked her to death. The Prophet ﷺ declared her blood to be wasted. This Hadith has also been declared to be authentic by *muhadditheen* like Ibn Hijr, Ash-Shawkaani and Al-Albani.

The modernists argue that there were some incidents in the life of the Prophet ﷺ when no action was taken against some people who committed blasphemy. First of all, it was the Prophet's prerogative to decide whether to forgive someone who had blasphemed against him or to punish him, but no one else has the authority to forgive someone who commits this crime. Imam Ibn Taymiyah writes: "Allah has made it obligatory upon us to safeguard and protect the honour of the Prophet ﷺ. Therefore, it is not permissible for us to allow the *dhimmis* to abuse him … On the contrary, it is obligatory upon us to keep them from doing it in every possible way … Defaming the Prophet ﷺ is defaming the Deen of Allah as a whole … Therefore, it is obligatory upon us to take revenge for him by killing (the culprit)."

Moreover, it is an indisputable fact for those having any knowledge of Islamic Shariah, that the orders of the Shariah were revealed step-by-step. In the beginning, the Muslims had been ordered by Allah ﷻ to bear the atrocities of the *kuffaar* and not to retaliate against them. In the next step, they were ordered to fight against those who fought against them. It was after the revelation of Surah At-Taubah [9] that the Prophet ﷺ was ordered to wage Jihad against all the *kuffaar* and the *munafiqeen* (hypocrites) and the Muslims were directed to fight against all the *mushrikeen* and the *Ahl-e-Kitaab* (people of the Book).

There is no denying the fact that the Muslim Ummah today is in a state of turmoil; a vast majority of the Muslims has forsaken its Islamic identity and adopted Western lifestyle; the Muslims have been divided into numerous factions; but the love of the Prophet ﷺ is one thing that their enemies have still not been able to eliminate from their hearts; no Muslim who has the slightest of Iman (faith) can ever tolerate any insulting remarks about the Prophet ﷺ. It is his personality that makes the Muslims forget about which sect, group, or party they belong to, and unites them as an Ummah. The modernists may not leave any stone unturned to please the West that wants a new version of Islam, compatible with their "civilization", but no matter how hard they strive, they are not going to be able to amend the Deen of Allah, as He Himself is its Protector. He ﷻ says in Surah Al-Saff:

> "They want to extinguish Allah's light with their mouths; but Allah is going to complete His light, even if the disbelievers dislike it." [61:8]

Shahram Iqbal

BLASPHEMY LAW: "TRADITIONAL ISLAM" vs. "MODERN ISLAM"

The electronic and print media these days seems resolute to prove that there is no punishment in Islam for a blasphemer. The champions of "freedom of expression" have decided not to let the point of view of the "fundamentalists" be listened to. The editorials and columns of newspapers and magazines, especially those in the English language, which are read by the more "enlightened" sections of the society, are full of arguments against the law of killing a person who commits this crime. It demands from us to revert to the Quran and the Sunnah to find out how Allah ﷻ wants the Muslims to deal with a blasphemer.

First of all, it seems appropriate to point out the fact that throughout the history of Islam, it has been a matter of consensus among Islamic scholars that if a Muslim commits blasphemy, he becomes a *murtad* (one who becomes a *Kafir* after being a Muslim) and is to be killed. This is the unanimous verdict of the four Imams of fiqh i.e. Abu Hanifah, Maalik, Shaafi and Ahmad (RA) and many other scholars. Regarding a *dhimmi* (a non-Muslim who lives under Islamic Khilafah and pays *jizyah*), most scholars are of the view that the punishment is the same, but some scholars declare that it is upto the Khalifah to decide whether he is to be killed or handed out some other punishment, keeping in view the circumstances in which the crime was committed.

The modernist "scholars" quote some *ayaat* from the Quran to support their viewpoint regarding this issue, but they intentionally or unintentionally overlook many other ayaat. Allah ﷻ says in Surah Al-Ahzaab:

> "Verily, those who aggrieve Allah and His Messenger, Allah curse them in the world as well as the Hereafter." [33:57]

Imam Al-Qurtabi says in the Tafseer of this ayah: "Aggrieving the Messenger ﷺ includes everything that hurts him, be it speech or action. As for speech, it includes their calling him a magician, a poet, a soothsayer etc."

Imam Ibn Jauzi states in the Tafseer of the ayah: "Allah's curse on them in the world is their getting killed and evacuated, and in the Hereafter, it is Hellfire."

Imam Ibn Taymiyah writes in his book: "The drawn sword over one who blasphemes against the Messenger. This ayah makes it obligatory to kill a person who aggrieves Allah and His Messenger… and the saying of the Prophet ﷺ--- Who will take care of K'ab Ibn Ashraf for me, for he has aggrieved Allah and His Messenger? --- clarifies it, as he ordered the Muslims to kill a Jew with whom they had a pact, because he had aggrieved Allah and His Messenger."

The modernists are bent upon proving their point by arguing that Islam is a religion of peace and the Prophet ﷺ used to forgive those who hurt him vocally or physically. But they fail to realize that peace can only be achieved by bringing those people to justice who create hurdles in the path of peace. They quote that the Prophet ﷺ forgave everyone on the day of the conquest of Makkah, but overlook the fact that on that very day, he forgave everyone but those who had committed blasphemy, as narrated in many *Sahih* (authentic) *Riwayaat* (traditions).

There are many other Ahadiths that make it absolutely clear that there is nothing but capital punishment for a blasphemer. It was reported by Ibn Abbas ؓ that a blind man had an *Umm-e-walad* (a bondswoman from whom he had children), who used to curse the Prophet ﷺ and

Acefyl Cough Syrup

بچوں اور بڑوں کیلئے

Acefylline + Diphenhydramine

SURELY CURES COUGH

ENJOY COUGH FREE SEASONS

Acefylline Piperazine

Inhibits phosphodiesterase enzyme in bronchial muscles, which results in relaxation of smooth muscles of bronchial tree

Diphenhydramine

An effective decongestant for nasal symptoms and seasonal allergic rhinitis

Ideal in

- *Common types of cough & cold*
- *Bronchospasm induced cough*

Acefyl Cough Syrup

- *Logical combination of bronchodilator & anti-histamine*
- *Quickly relieves bronchospasm*
- *Safe in all age groups*

Dosage

Infants: (4 - 12 Months) 1/4 Teaspoonful 3 times daily
Children: 1/2 - 1 Teaspoonful 3 - 4 times daily
Adults: 1 to 2 Teaspoonful 3 - 4 times daily

Composition:

Each 5 ml contains:
Acefylline piperazine...45 mg
Diphenhydramine HCl...8 mg
Pack: 120 ml bottle

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PRIVATE) LTD

Your Health our Devotion